عمران سیریز

سابولیٹ آگر

مکمل ناول

از

مظہر کلیم ایم، اے

HTTP://FORUMS.HIBUDDIEZ.COM

سابولیٹ آگر

مظہر کلیم ایم اے

http://forums.hibuddiez.com

بلیک زیرو آج کل بے حد مصروف تھا کیونکہ عمران آج کل دار لحکومت سے باہر تھا اور دار لحکومت میں افرا تفری مچی ہوئی تھی۔

وزارت خارجہ کی ایک اہم ترین فائل چوری ہو چکی تھی۔ اور مجرموں کا ابھی تک کوئی پتا نہیں تھا۔ اعلی سرکاری حلقوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ سر سلطان اور سر رحمان سے لے کر پریذیڈنٹ تک بے چین تھے۔ تمام محکموں کی امیدیں ایکسٹو پر لگی ہوئیں تھیں۔ ایکسٹو نے وعدہ بھی کیا ہوا تھا عمران ایک ممکنہ سراغ پر کوشش کر رہا تھا جو ہو سکتا ہے غلط بھی ثابت ہو۔ بلیک زیرو نے اپنے ماتحت شہر میں پھیلا دیے تھوڑی تھوڑی دیر بعد ان کی رپورٹیں اس تک پہنچ رہیں تھیں، ابھی تک کوئی قابل ذکر رپورٹ اس تک نہیں آئی تھی جسے وہ بنیاد بنا کر لائن آف ایکشن بناتا۔ اس وقت بھی وہ ٹیلی فون کے پاس بیٹھا انتہائی بے چینی سے صفدر کی کال کا انتظار کر رہا تھا۔ صفدر کو اس نے وزارتِ خارجہ کے دفتر میں سر سلطان سے کہہ کر بھرتی کروایا تھا۔ کیونکہ اس کے خیال میں فائل کا زبردست سائیٹفک کی اگیا تھا لیکن مجرم ہر انتظام کا توڑ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ وہ ان کی بد قسمتی تھی کہ وہ جلد بازی میں آخری لمحے میں مار کھا گئے کسی کو پتا بھی نہ چلتا اور مجرم فائل لے کر چلتے بنتے۔ اس کا مطلب تھا کہ اس فائل کے انتظامات کا راز دفترِ خارجہ سے ہی افشا ہوا تھا اس کی دو صورتیں ممکن ہو سکتیں ہیں ایک تو یہ کہ دفتر کا کوئی ملازم مجرموں کا ساتھی ہے یا مجرموں کو دفتر کے کسی ملازم کا ساتھ حاصل ہے، اس چیز کا پتا چلانے کے اس نے سر سلطان سے کہہ کر صفدر کو وزارتِ خارجہ میں سیکنڈ کلاس آفیسر بھرتی کروایا تھا۔۔۔

صفدر کی ذہانت سے اسے امید تھی کہ وہ بہت یہ معلوم کر لے گا کہ کیا صورت حال ہے۔

اچانک فون کی گھنٹی زور سے بجی اور بلیک زیرو نے چند لمحے رک کر رسیور اٹھالیا

'ایکسٹو

بلیک زیرو کی مخصوص آواز فضا میں گونجی

میں صفدر بول رہا ہوں جناب۔

صفدر کی آواز آئی

کیا بات ہے؟

جناب جہاں تک میں نے غور کیا ہے مجھے دفتر کا ایک آدمی مشکوک نظر آتا ہے۔

کون؟

سر ریکارڈ روم آفیسر مسٹر مظفر محمود

تمہیں کیا بات مشکوک معلوم ہوتی ہے

سر آج لنچ ٹائم کے دوران ایک غیر ملکی اس سے ملنے آیا میں نے نوٹ کیا کہ اس کی آمد سے مسٹر مظفر محمود کچھ بے چین سے ہو گئے، انھوں نے فورا چاروں طرف اس انداز سے دیکھا جیسے معلوم کر رہے ہوں کہ ان کی طرف کوئی متوجہ تو نہیں۔ میں کھٹک گیا چنانچہ میں ان کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گیا

مسٹر مظفر محمود اسے لے کر گیسٹ ہاؤس کے ایک کونے میں چلے گئے پھر دونوں نے آہستہ آہستہ باتیں کرنا شروع کر دیں میں اٹھ کر باہر

برآمدے میں آگیا تاکہ جب وہ غیر ملکی گزرے تو میں اس غیر ملکی کا چہرہ بغور دیکھ سکوں۔ تقریبا پندرہ منٹ بعد وہ غیر ملکی گیسٹ ہال سے باہر نکلا وہ جب میرے پاس سے گزرا تو میں نے نوٹ کیا جیسے وہ میک اپ میں ہے یہ ٹھیک ہے اس کا میک اپ بہترین تھا لیکن میری نگاہوں سے وہ چھپا نہ سکا وہ ڈاکٹر اڈگر تھا وہ گیٹ سے

باہر چلا گیا چونکہ میں ڈیوٹی پر تھا اسی لیے بغیر اجازت دفتر سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ ورنہ میں کم از کم اس کی کار کے نمبر ضرور نوٹ کر لیتا باقی ٹائم میں مسٹر مظفر محمود کو چیک کرتا رہا۔ میں نے نوٹ کیا وہ کچھ بے چین سے ہیں وہ اپنی بے چینی اور پریشانی کو دبانے کے لیے بہت کوشش کر رہے تھے لیکن ایسا کرنے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو رہے تھے آفس ٹائم ختم ہوتے ہی وہ دفتر سے باہر چل دیے میں نے ان کا تعاقب کیا پہلے تو وہ سیدھے اپنی کوٹھی واقع 22 کرسینٹ روڈ پر گئے آدھا گھنٹہ وہاں گزارنے کے بعد ان کی کار باہر نکلی پھر وہ وہاں سے سیدھے ہوٹل خیام میں پہنچے۔ اس وقت وہ ہال میں موجود ہیں اور میں ہوٹل سے باہر ایک پبلک بوتھ سے آپ کو رپورٹ دے رہا ہوں۔

ویری گڈ۔

صفدر تم میری امیدوں پر پورے اترے

تمہاری رپورٹ بہت اہم ہے تم نے آفس میک اپ میں اٹینڈ کیا تھا

جی ہاں۔ جناب صفدر نے جواب دیا۔

تو ایسا کرو میک اپ اتار کے ہال میں جاؤ اور مظفر محمود کی نگرانی کرو

میرا خیال ہے مسٹر مظفر محمود وہاں ڈاکٹر اڈگر کے انتظار میں گئے ہیں۔ میں تنویر کو بھی وہاں بھیج دیتا ہوں جو تم سے الگ ہو کر اس غیر ملکی کا تعاقب کرے گا اب تم رپورٹ واچ ٹرانسمیٹر پر مجھے دینا۔

اوور اینڈ آل۔ بلیک زیرو نے یہ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

صفدر نے واقعی اہم رپورٹ دی تھی کم از کم کوئی لائن آف دی ایکشن بننے کی صورت تو نظر آئی۔

چند لمحے ٹھہر کر اس نے جولیا کے نمبر ڈائل کیے۔

دوسری طرف سے جولیا نے فورا رسیور اٹھالیا۔

اٹ از جولیا سر۔ جولیا کی آواز آئی

ایکسٹو۔ بلیک زیرو نے کہا۔

یس سر

جولیا تنویر کی ڈیوٹی فوراہوٹل خیام میں لگاؤ وہاں صفدر موجود ہے وہ ایک شخص کا تعاقب کرتا ہوا وہاں گیا ہے ۔اس شخص سے وہاں ایک غیر ملکی ملنے کے لیے آئے گا تنویر کو اس کی نگرانی کرنی ہو گی اور غالباڈاکٹر آڈ گر کی رپورٹ مجھے ٹرانسمیٹر پر دینی ہو گی۔ وہ صفدر سے وہاں آشنائی ظاہر نہیں کرے گا۔ صفدر اسے اشارے سے مطلوبہ غیر ملکی بتادے گا۔

او کے سر۔

اوور اینڈ آل۔ بلیک زیرو نے رسیور رکھ دیا۔

اس کا پروگرام تھا کہ وہ خود ہوٹل خیام پہنچے اور صورتحال کا اندازہ کرے اس لیے اس نے رپورٹ واچ ٹرانسمیٹر پر دینے کا حکم دیا تھا وہ سر پر ہیٹ رکھ کر دانش منزل سے باہر آگیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار ہوٹل خیام کی طرف بھاگنے لگی۔

عمران کیپٹن شکیل اور جوزف روپا کے ساتھ اٹھ کر کمرے سے باہر آگئے اور پھر وہ چاروں چلتے ہوئے ایک اور چھوٹے سے کمرے میں چلے گئے روپا نے وہاں جا کر ایک کونے میں تین بار مخصوص طرز سے دیوار کھٹکھٹائی تو کمرے کا فرش ایک کونے سے مٹ گیا عمران نے آنکھیں جھپکائی اسے خفیہ میکنزم کا یہ طریقہ پسند آیا تھا۔

آو میرے ساتھ روپا نے نیچے بنی ہوئی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے کا۔

اور وہ تینوں اس کے پیچھے چل پڑے۔ دس بارہ سیڑھیاں گزرنے کے بعد وہ ایک کمرے میں پہنچ گئے وہاں ایک بہت بڑی میز پڑی ہوئی تھی اس کے گرد کافی ساری کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ کوئی میٹنگ روم معلوم

ہوتا تھا۔ وہ چاروں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

اچھا مسٹر ٹائیگر میں آپ کا ٹیسٹ لینا چاہتا ہوں

یہ کہہ کر روپا نے میز کی دراز کھولی اور ایک چھوٹا سا فوٹو نکال کر میز پر رکھ دیا فوٹو کی پشت اوپر تھی اس آدمی کو گرفتار کرنا ہے۔

اس کا معاوضہ

کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

اس کا معاوضہ آپ کو ایڈوانس میں مل جائے گا۔ میرے خیال میں

پچاس ہزار کافی ہیں۔

ٹھیک ہے۔

کیپٹن شکیل نے کہا۔

اور روپا نے وہ فوٹو کیپٹنشکیل کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اور غور سے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھنے لگا

کیپٹن شکیل نے وہ فوٹو دیکھا۔ وہ فوٹو عمران کا تھا۔ لیکن فوٹو دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی تاثر پیدا نہیں ہوا۔ اس نے لاپرواہی سے فوٹو عمران کی طرف بڑھا دیا۔

عمران اپنا فوٹو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے چونکا پھر لاپرواہ بن گیا

جوزف نے بھی ایک جھلک عمران کے فوٹو کی دیکھ لی لین وہ چپ بیٹھا رہا۔

آپ اس شخص کو جانتے ہیں

روپا جس نے عمران کو چونکتا دیکھ لیا تھا عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

جی جی۔

ہاں یہ میرے ساتھ بچپن میں گولیاں کھیل چکا ہے۔

عمران دوبارہ اپنی عادت پر آگیا۔

کیا مطلب

اس بار روپا چونک پڑا۔

مطلب۔ مطلب صاف ہے

عمران نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ کیوں کے اسے فوراً احساس ہو گیا تھا کہ اس وقت پوزیشن نازک ہے روپا کو مشکوک ہونے کا کوئی موقعہ نہیں دینا چاہیے۔

لیکن روپا کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

مسٹر ٹائیگر کا مطلب ہے وہ اس شخص کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

کون ہے یہ۔

روپا نے اشتیاق سے سوال کیا۔

مسٹر روپا اس کا نام علی عمران ہے اور یہ ڈائریکٹر جنرل سر رحمان کا بیٹا ہے اور کبھی کبھی پولیس کے لیے کام کرتا ہے۔

شکیل نے جواب دیا۔

بہت خوب۔ بہت خوب۔ میں آپ کی معلومات کی داد دیتا ہوں روپا نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

اسے کیا کرنا ہے کیا گولی مارنی ہے کیپٹن شکیل نے ایسے لہجے میں پوچھا جیسے کسی مکھی کو پیر تلے کچلنا ہو۔

جوزف کو کیپٹن شکیل کا رویہ ایک بار پھر ناگوار گزرا لیکن وہ خون کے گھونٹ پی کر چپ رہا اس نے تلخی کم کرنے کے لیے برانڈی کی۔ بڑی بوتل نکالی اور کاک اڑا کر اسے منہ سے لگالیا اس وقت چھوڑا جب وہ پوری

طرح خالی ہو گئی۔ اسے کافی دیر سے طلب محسوس ہو رہی تھی۔ روپا اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ جوزف کو شراب پیتا دیکھ کر حیران رہ گیا۔

جوزف نے خالی بوتل کو فرش پر پھینکتے ہوئے کوٹ کی جیب سے دوسری بوتل نکالی اور چند منٹ بعد اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلی بوتل کا ہو چکا تھا۔ روپا کی آنکھیں حیرت سے پھٹ رہی تھیں۔

آپ بہت شراب پیتے ہیں۔

اس نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کی بات چھوڑو یہ سارا دن شراب ہی پیتا رہتا ہے۔ عمران نے کہا۔

روپا ایک طویل سانس لیتے ہوئے شکیل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

مسٹر ٹائیگر یہ شخص ہمارے لیے مدت سے وبال جان بنا ہوا ہے انتہائی چست اور چالاک آدمی ہے۔ کسی صورت میں قابو نہیں آتا۔ اگر آپ اسے زندہ گرفتار کر کے لائیں تو میں آپ کو اس کے شایانِ شان کام دے سکوں گا

یہ میرا فیصلہ ہے

کیوں نہ اسے گولی مار دی جائے۔

کیپٹن شکیل نے دوبارہ کہا۔

نہیں میں اسے سسکا سسکا کے مارنا چاہتا ہوں۔

روپا نے کہا۔

او۔ کے۔ مسٹر روپا۔ میرے خیال میں اسے ہم کل زندہ گرفتار کر کے آپ کے پاس پہنچا دیں گے

کیپٹن شکیل نے روپا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس کام کو آسان نہیں سمجھیے۔" روپا نے کیپٹن شکیل سے کہا۔

"آپ میری توہین کر رہے ہیں یہ کیا چیز ہے آپ کہیں تو میں معقول معاوضے پر صدر کو بھی گرفتار کر کے لا سکتا ہوں۔" کیپٹبن شکیل نے نخوت سے کہا۔

"او کے مجھے خوشی ہو گی۔" روپا نے کہا اور پھر دروازہ کھول کر نوٹوں کیگڈی نکال کر کیپٹن شکیل کے حوالے کر دی۔

کیپٹن شکیل نے لاپرواہی سے نوٹوں کی گڈی اٹھا کر اوور کوٹ کی جیب میں ڈال لی۔

"اپ کے لیے کچھ منگواؤں" روپا نے پوچھا۔

"نہیں آپ ہمیں اجازے دیں، ہمیں ابھی اسے تلاش بھی کرنا ہے۔"

"او کے ایز یو وش، گڈ لک فرینڈز۔" روپا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور وہ چاروں اٹھ کھڑے ہوئے، تہ خانے باہر نکل کر وہ اس کمرے میں آئے اور ایک راہداری سے گزرتے ہوئے کیفے کے مین گیٹ سے باہر آ گئے۔

فیاض نے کار دفتر کے آگے روکی اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا سر رحمان کے دفتر کی طرف چل دیا سر رحمان اس کے انتظار میں تھے۔ جیسے ہی چپڑاسی نے فیاض کی آمد کی اطلاع دی انہوں نے فورا اندر بلا لیا فیاض نے محسوس کیا کہ سر رحمان کا موڈ بری طرح آف ہے۔ انہوں نے فیاض کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ فیاض کرسی پر بیٹھ گیا۔

سر رحمان زیر مطالعہ فائل بند کر کے میز کی دراز میں رکھی اور فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

یہ کیا حرکت تھی؟

جناب مجھے شک تھا کہ انہوں نے مجھ پر گولی چلائی تھی۔

تمہارا دماغ خراب ہے بھلا سر رانا جیسے معزز آدمی کو کیا ضرورت تھی کہ وہ تم پر گولیاں چلاتا پھرے۔

فیاض کیا جواب دیتا خاموش رہا۔

فائر نگ کیس کا کیا بنا۔ میں نے تمہیں ایک ہفتے کا وقفہ دیا تھا میرے خیال میں آج ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔

سر رحمان نے پوچھا۔

سر میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں

فیاض نے آہستگی سے کہا

فیاض دیکھو تمہاری سستی کی وجہ سے میرا محکمہ بدنام ہو رہا ہے۔ بہت کم کیس ہم نے حل کیے ہیں۔ میں نے تمہیں ایک ہفتے کا ٹائم اس لیے دیا تھا کہ تم ایک ہفتے کے ندر اندر یہ کیس حل کر لو، کیونکہ مجھے شک تھا کہ اگر ایک ہفتے کے اندر کیس حل نا ہوا تو وزارت خارجہ کی سیکرٹ سروس میں چلا جائے گا اور وہی ہوا لیکن میں نے بڑی مشکل سے ایک ہفتہ کی مہلت اور لی ہے اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اس دوسرے ہفتے میں کیا کرتے ہو۔ یہ سوچ لو کہ اگر ایک ہفتے میں یہ کیس حل نہ ہوا تو میں استعفیٰ دے دوں گا اور میرے ساتھ تمہیں بھی استعفیٰ دینا پڑے گا۔ یہ میرا فیصلہ ہے چاہے کچھ کرو مجھے ایک ہفتے کے اندر اندر مجرم چاہیں۔

بہتر جناب۔ فیاض نے آہستہ آواز سے کہا۔

اب جا سکتے ہو۔ سر رحمان نے ٹرے سے ایک اور فائل نکالتے ہوئے کہا۔

اور فیاض سلیوٹ کر کے دفتر سے باہر آ گیا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر کار کا رخ عمران کے فلیٹ کی طرف کر دیا۔

عمران اپنے فلیٹ میں نہیں تھا۔فیاض کا موڈ بری طرح آف تھا۔اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ آج کیا کرے آج کل عمران بھی غیر حاضر تھا۔وہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ کدھر جائے اس کی کار ادھر ادھر مختلف سڑکوں پر چکراتی پھر رہی تھی اور وہ کیس کی گتھیاں سلجھانے میں محو تھا۔اسے معلوم نہیں تھا کہ ایک سبز رنگ کی کار دفتر سے برابر اسکا تعاقب کر رہی ہے اچانک فیاض کی کار کا رخ ساحل سمندر کی طرف ہو گیا شائد وہ ذہنی یکسوئی کے لیے ساحل سمندر پر کچھ تفریح کرنا چاہتا تھا۔ساحل سمندر کی طرف جانے والی یہ سڑک عموماسنسان رہتی تھی۔اچانک فیاض چونک پڑا کیونکہ اسے پیچھے سے ہارن کی آواز سنائی دی،سبز رنگ کی کار اسکی گاڑی کے بالکل پیچھے تھی۔اس نے اپنی گاڑی سائڈ پر کرلی۔سبز رنگ کی کار تیزی سے اس کی کار کو کراس کرتی ہوئی اگے نکل گئی۔اور پھر فیاض کو پوری قوت سے بریک لگانے پڑے ورنہ اکسیڈنٹ ناگزیر تھا کراس کرنے والی کار سک پر ترچھی ہو گئی تھیفیاض کی ذہن میں ایک لفظ "خطرہ" ابھرا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی فیصلہ کرتا سبز رنگ کی کار سے دو آدمی ہاتھوں میں ریوالور تھامے بڑی تیزی سے اسکی کار کے قریب آئے اور پھر فیاض کی کار کی دونوں کھڑکیوں سے ریوالور کی نالیں نظر آنے لگیں۔

"نیچے اترو۔" ایک آدمی کی بھاری بھر کم آواز آئی۔

"یہ کیا حرکت ہے۔" فیاض قدرے سنبھل گیا۔

"جلدی کرو نیچے اترو، ورنہ گولی کسی سپرنٹنڈنت کا لحاظ نہیں کرتی۔"

یہ کہ کر ریوالور والے نے کار کا دروازہ جھٹکے سے کھول دیا۔اب فیاض کے پاس نیچے اترنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا،وہ ہاتھ اوپر کیے نیچے اترا اور وہ دونوں اسکو کور کیے ہوئے سبز رنگ کی کار کے قریب لے آئے کار کا دروازہ کھلا اور فیاض ریوالور کے دباؤ کے نتیجے میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا بیٹھنے سے پہلے ایک شخص نے اس کے ہولسٹر سے اسکا سروس ریوالوانکال لیا۔

ایک ریوالور والا اسکے قریب بیٹھ گیا اور دوسرا اسکی کار کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔" فیاض نے ساتھ والے سے پوچھا۔

"خاموش بیٹھے رہیں۔" اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

اور فیاض خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔سبز کار تیزی سے چلی۔اب اسکا رخ شہر کی طرف تھا۔فیاض نے پیچھے مڑ کر دیکھا اسکی کار بھی پیچھے پیچھے آرہی تھی۔مجرموں کا کوئی ساتھی اسے چلا رہا تھا۔شہر کے قریب اکر کار رک گئی اور پھر ڈرائیور نے کار کا دروازہ کھولا اور فیاض کو نیچے اترنے کے لیے کہا۔فیاض جیسے ہی نیچے اترا، ڈریئیور نے اسکے دونوں ہاتھ اسکی پشت پر باندھ دیئے اور پھر ایک سیاہ پٹیا اسکی آنکھوں پر باندھ دی گئیاسے دوبارہ کار میں بیٹھنے کا حکم دیا گیا۔فیاض نے سوچا شائد شہر میں کسی سپاہی کی نظر اس پر پڑے اور وہ پٹی بندھی دیکھ کر کار کا تعاقب کرے لیکن اسے معلوم نہیں ہوا کہ اب کے کار کی کھڑکیوں پر پردے کھینچ دیے گئے تھے۔کافی دیر کے بعد کار کی اور فیاض کو نیچے اتارا گیا ریوالور کا دباؤ اب بھی اس کی پسلیوں پر موجود تھا۔ایک شخص اس کا بازو پکڑے اسے مختلف کمروں سے پھراتا ہوا ایک ہال کمرے میں لے گیا۔وہاں جا کر اسے ایک ستون سے باندھ دیا گیا اور پھر اسکی آنکھوں سے پٹیاں کھول دی گیئں۔جیسے ہی اس کی آنکھوں سے پٹیاں کھلیں اس نے دیکھا کہ وہ ایک ہال کمرے میں ہے جس میں ایک شخص منہ پر نقاب ڈالے کرسی پر بیٹھا ہے باقی وہی لوگ تھے جو اسے لائے تھے۔

کرسی پر بیٹھا ہوا شخص اٹھ کھڑا ہو وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا اسکی آنکھیں نقاب کے اندر چمک رہی تھیں۔

"تم سپرنٹنڈنٹ فیاض ہو۔" اسنے غراتے ہوا پوچھا۔

"ہاں۔" فیاض نے مختصر سا جواب دیا۔اکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ لوگ اسے کیوں پکر کر لائے ہیں اور

کیوں ہیں، کیا یہی فائرنگ والے ملزم ہیں۔

"تم علی عمران کو جانتے ہو۔" اسنقب پوش نے دوسرا سوال کیا۔

اور فیاج چونک پڑا۔ ایک لمحے کے لیے حیران رہ گیا اور پھر اسنے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم اسکا پتہ بتلا سکتے ہو؟" اس نقاب پوش کی اواز میں نرمی آ گئی تھی۔

"تمہیں اس سے کیا کام ہے؟" فیاض نے پوچھا۔

"اس سے تمہارا کوئی مطلب نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"پھر میں اسکا پتہ نہیں بتلا سکتا۔"

دیکھو تم ضد نہ کرو، اسکا پتہ بتلا دو ورنہ میں سختی پر مجبور ہو جاؤں گا۔" نقاب پوش کی آواز اب بھی نرم تھی۔

"جب تک تم اس سے کام نہیں بتلاؤ گے میں اسکا پتہ نہیں بتاؤں گا۔" فیاض کے لہجے میں سختی نمایاں تھی۔

"ہمیں اس سے ایک ضروری کام ہے ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"وہ ضروری کام کیا ہے۔"

"یہ نہیں بتایا جا سکتا۔"

تو پھر میں اسکا پتہ بھی نہیں بتا سکتا۔" فیاض نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"ہوں۔" نقب پوش کے لہجے میں غراہٹ عود کر آئی۔ اس نے پاس کھڑے ہوئے آدمی کو اشارہ کیا وہ باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک سرنج لیے اندر داخل ہوا سرنج میں کوئی سرخ رنگ کا سیال مادہ بھرا ہوا تھا۔

"یہ دیکھو اس سیال کو غور سے دیکھ لو اس کے جسم میں جاتے ہی تم سب کچھ صحیح بتا دو گے اس سے جو تمہارا حشر ہو گا، اس کا تم زندگی بھر تصور بھی نہیں کر سکتے، چنانچہ بہتر یہی ہے کہ تم پہلے بتا دو۔

"تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لا۔" فیاض نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"اوکے۔" نقاب پوش نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے جھٹکے سے فیاض کی قمیص بازو سے پھاڑ ڈالی، فیاض بندھے ہوئے ہونے کی وجہ سے مجبور تھا وہ کسمسا کر رہ گیا۔

نقاب پوش نے ایک لمحہ توقف کیا اور پھر سرنج کی سوئی فیاض کے بازو میں گھونپ دی۔ سرخ رنگ کا سیال آہستہ آہستہ اسکے بازو میں جانے لگا۔ فیاض کو ایسے محسوس ہوا جیسے اسے نیند آ رہی ہے اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں۔ اسے سکون سا محسوس ہونے لگا وہ حیران تھا کہ یہ کیسی سزا ہے۔ نقاب پوش نے سوئی باہر کھینچ لی تھی۔ اور اب بغور فیاض کو دیکھنے لگا۔ ایک سیکنڈ کے بعد فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اسکے چہرے پر خارش ہو رہی ہے اس نے بے اختیار ہاتھ سے کھجلانا چاہا لیکن اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ وہ تلملا کر رہ گیا اب اسکے سارے جسم میں کھجلی ہو رہی تھی فیاض نے ہاتھ کھلوانے کے لیے زور لگانا چاہا لیکن ہاتھ مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے، خارش بڑھتی جا رہی تھی۔ فیاض سخت تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ تکلیف کی شدت سے اس کو پسینے آ گئے پھر تکلیف نا قابل برداشت ہو گئی۔ اسکا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آ گیا پھر تکلیف کی شدت سے اسکی چیخ نکل گئی۔ سارے جسم میں شدید خارش ہو رہی تھی۔ اور وہ کھجلانے سے مجبور تھا۔ پھر اسکے حلق سے لگاتار چیخیں نکلنے لگیں اور وہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔

"خارش بڑھتی جائے گی میرے دوست۔" نقاب پوش نے اطمینان سے کہا۔

اور فیاض کا دل چاہا کہ اس نقاب پوش کی گردن مروڑ دے۔ وہ تڑپ رہا تھا، چیخ رہا تھا اور سب لوگ اطمینان سے کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔

"بتاتا ہوں بتاتا ہوں۔' فیاض کی زبان سے آکر کار یہ جملہ بے اختیار نکل گیا۔

"بتا دو۔" نقاب پوش نے اطمینان سے کہا۔

"پہلے یہ خارش ختم کر دو۔"

"جب تک تم سب کچھ نہیں بتلاؤ گے یہ خارش ختم نہیں ہو سکتی۔"

"لیکن میں مر رہا ہوں، میری آواز نہیں نکلتی۔" فیاض نے چیخوں کے درمیان کہا۔

"کچھ بھی ہو جب تک بتاؤ گے نہیں یہ خارش بڑھتی جائے گی نتیجہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

اور پھر مجبور ہو کر فیاض نے عمران کے فلیٹ کا پتہ بتا دیا۔

"یہ تو ہم بھی جانتے ہیں یہ بتاؤ کہ اجکل وہ کہاں ہے۔" نقاب پوش نے کہا۔

"یہ تو میں نہیں جانتا۔"

تو پھر بھگتو۔" نقاب پوش نے اطمینان سے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں میں آجکل اسکے متعلق کچھ نہیں جانتا مجھے خود اسکی تلاش ہے۔

"نہیں تم اسکےٴ متعلق جانتے ہو۔" نقاب پوش نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔" فیاض نے کرب آمیز لہجے میں کہا اور نقاب پوش کو اس کے لہجے میں سچائی کی جھلکیاں دکھائی دیں۔

"اوکے۔" اسنے ساتھ والے آدمی کو اشارہ کیا وہ فورا باہر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ اندر آیا تو اسکے ہاتھوں میں ایک گلاس تھا جس میں زرد رنگ کا سیال تھا اسنے وہ گلاس فیاض کے منہ سے لگا دیا۔ فیاض نے تڑپتے ہوئے وہ پی لیا جیسے ہی وہ سیال اسکے حلق سے نیچے اترا اسے یوں محسوس ہوا جیسے کہ اسکے جسم پر برف پڑ گئی ہو، کھجلی بالکل غئب ہو گئی اور وہ بے دم ہو گئی۔

"اسے کھولو اور روم نمبر تین میں بند کر دو۔" نقاب پوش نے ایک آدمی سے کہا۔

"اسکے متعلق کل باس کوئی فیصلہ کرے گا۔" اور خود کمرے سے باہر چلا گیا۔

کوٹھی کے گیٹ پر آکر ایک کار رکی تو باہر کھڑا چوکیدار ہوشیار ہو گیا وہ تیزی سے چلتا ہوا ڈریئور کے نزدیک

آیا اس نے ہلکے سے ایک لفظ کہا۔ "سابولیٹ" ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے غیر ملکی نے کہا۔ "آ گر" اور پھر ڈیش بورڈ سے ایک کارڈ نکال کر چوکیدار کو دے دیا۔ کارڈ پر گھونگھے کا نشان بنا ہوا تھا، چوکیدار یہ کارڈ دیکھتے ہی اٹین شین ہو گیا اسنے لپک کر کوٹھی کا گیٹ کھولا اور کار بھاگتی ہوئی پورچ میں جا کھڑی ہوئی۔ کار کا دروازہ کھلا اور ایک سیاہ پوش ہاتھ میں فائل اٹھائے اندر داخل ہو گیا۔ لمبا سا کاریڈور پار کر کے وہ آخر کونے میں واقع کمرے کے سامنے جا کر رک گیا دروازہ بند تھا اس نے تین بار دروازے پر محسوس انداز میں دستک دی۔ دروازہ بے آواز کھل گیا، کمرے کے وسط میں ایک میز موجود تھی جس کے ارد گرد چار کرسیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک پر ایک نقاب پوش موجود تھا۔ اندر آنے والے سیاہ پوش نے ادب سے سلام کیا اور پھر بڑے مؤدبانہ چریقے سے فائل پہلے سے موجود نقاب پوش کے سامنے رکھ دی۔

"لے آئے ہو۔" نقاب پوش کی گرجدار آواز کمرے میں گونجی۔

"یس سر۔" اس نے مؤدبانہ طور پر جواب دیا۔

"بیٹھو" نقاب پوش نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، اسوقت اسکی آواز میں قدرے نرمی آگئی تھی۔

پھر نقاب پوش نے فائل پر لگی ہوئی مہریں چیک کیں سب مہریں بدستور موجود تھیں۔ اسنے جلدی سے وہ مہریں توڑیں اور پھر فائل کا فیتہ کھول کر فائل کھول دی۔ فائل میں موجود کاغزات کو دیکھ کر اسکی آنکھیں چمک اٹھیں وہ جلدی جلدی فائل کی ورق گردانی کرنے لگا، ایک منٹ بعد اس نے فائل بند کرتے ہوئے اطمینان کی سانس لی۔

"ویری گڈ۔" نقاب پوش نے تحسین آمیز لہجے من کہا اور فائل لے آنے والے سیاہ پوش کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

'باقی ساتھی کہاں ہیں۔'' نقاب پوش نے کہا۔

''وہ آرہے ہیں سر۔'' سیاہ پوش نے ادب سے جواب دیا۔

اتنے میں کمپاؤنڈ میں کاریں رکنے کی آوازیں آئیں۔

''وہ آگئے ہیں سر۔'' سیاہ پوش نے ادب سے کہا۔

''کتنے ساتھی کام آئے؟''

''میرا خیال میں تین یا چار۔'' سیاہ پوش کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

''اوکے، تم سب لوگ آرام کرو، تم نے جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کا پورا صلہ تم کو دیا جائے گا۔''

''تھینک یو سر۔''

سیاہ پوش نے کھڑے ہو کر کہا اور پھر سلام کرتا ہوا دروازہ کھولکر کمرے سے باہر نکل گیا۔اسکے جانے کے بعد نقاب پوش نے اٹھ کر دروازے کی اندر سے کنڈی لگائی اور پھر پلٹ کر ایک الماری کی طرف بڑھا اس نے الماری کھولی اس میں کپڑے بھرے ہوئے تھے اس نے الماری کی سائڈ میں لگی ہوئی ایک کھونٹی کو ہلکے سے کھینچا، الماری کا وہ تختہ جس پر کپڑے لٹک رہے تھے آہستہ سے گھوم گیا اب جو تختہ سامنے آیا اس کے کانے مین ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن دبایا اس میں لگا ہوا ایک سبز رنگ کا بلب جل اٹھا، سائیں سائیں کی آواز گونجنے لگی۔

''ہیلو ہیلو۔ مارٹی اسپیکنگ۔'' وہ ایک منٹ تک بار بار یہی فقرہ دوہراتا رہا۔اچانک سائیں سائیں کی آواز آنی بند ہوگئی۔ اور سبز رنگ کے بلب کے ساتھ ایک زرد رنگ کا بلب بھی جل اٹھا۔

''ہیلو۔ ہو از ہیئر؟'' ٹرانسمیٹر کے مائیکروفون سے ایک کرخت آواز گونجی۔

''مارٹ اسپیکنگ سر۔'' نقاب پوش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کوڈ نمبر۔'' ٹرانسمیٹر سے آنے وولی کرخت آواز دوبارہ گونجی۔

''نمبر ٹو ون سا بولیٹ آگر۔'' نقاب پوش جس کا نام مارٹی تھا بولا۔

''یس، کیا رپوڑت ہے؟''

''سر آپریشن زیرو کامیاب ہو گیا۔''

''ویری گڈ فائل تم نے دیکھ لی۔''

''یس سر صحیح فائل ہے۔''

'اوکے میرے پاس بھجوا دو۔''

''سر ابھی پورے ملک میں سی آئی ڈی اور پولیس اس فائل کو ڈھونڈنے میں لگی ہوئی ہوگی۔'' مارٹی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''کیا مین سمجھ لوں مارٹی کہ تم بزدل ہو گئے ہو۔'' آواز میں کرختگی شدت اختیار کر گئی۔

''نو باس میں حفاظت کے خیال سے کہہ رہا تھا۔'' نقاب پوش کی آواز گونجی۔

''مجھے کمزور آدمی ہر گز پسند نہیں آئندہ ایسی بات مت کرنا تم ایسا کرو نمبر ٹو ون سکس کے حوالے فائل کرو مجھ تک پہنچ جائے گی۔'' باس نے جواب دیا۔

''اوکے سر میں فائل اس تک پہنچا دیتا ہوں''

''اوکے اوور اینڈ آل۔ اور اسکے ساتھ ہی زرد رنگ کا بلب بجھ گیا۔ سائین سائیں کی آواز دوبارہ آنے لگی نقاب پوش نے ایک لمحہ انتظار کیا پھر بٹن بند کر دیا سبز رنگ کا بلب بھی بجھ گیا اس نے الماری میں لگی ہوئی اسی کھونٹی کو دوبارہ کھولا اور تکتہ گھوم گیا۔اب سامنے دوبارہ کپڑے لٹک رہے تھے اس نے الماری بند کر دی نقاب اتار کر سوٹ کی جیب میں رکھ لیا۔ اور پھر میز کی دراز سے ایک ہینڈ بیگ نکالا فائل اٹھا کر اس میں رکھی اور ہینڈ بیگ کو

تالا لگا کر دروازے کی طرف مڑا۔اسنے کنڈی کھولی اور باہر نکل آیا کار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پار کر کے وہ پورچ میں کھڑی ہوئی سیاہ رنگ کی کار کی طرف آیا۔اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا کار ہلکی آواز میں سٹارٹ ہوئیاور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گیٹ کی طرف آئی چوکیدار نے جلدی سے گیٹ کھولا اور کار سڑک پر پہنچ گئی،اب اس کی رفتار انتہائی تیز تھی۔

عمران کیپٹن شکیل اور جوزف کی کار انہیں لیے ہوئے دار لحکومت پہنچ چکی تھی، عمران نے جوزف کو دانش منزل چلنے کا حکم دیا اور چند ہی لمحوں بعد کار دانش منزل میں پہنچ چکی تھی۔وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ پہنچے۔

جوزف تم دروازے پر پہرہ دو۔عمران نے جوزف کو کہا اور جوزف دروازے سے باہر نکل آیا۔اب عمران نے ڈرائنگروم کے میز کے خفیہ خانے سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اسکا بٹن آن کر دیا۔چند لمحوں بعد اس سے آواز ابھری۔۔

"ایکسٹو اسپیکنگ۔"ایکسٹو کی مخصوص آواز آئی۔

"میں عمران بول رہا ہوں،جناب۔"عمران کا لہجہ مودبانہ تھا۔

ادھر بلیک زیرو سمجھ گیا کہ عمران کے ساتھ کیپٹن شکیل موجود ہے اسی لیے عمران مؤدبانہ لہجے میں جواب دے رہا ہے۔

"کیا رپورٹ ہے؟"ایکسٹو کی آواز قدرے کرخت ہو گئی۔

"سر ہم نے روپا پر جال ڈال دیا ہے اور اس نے ہمیں گروہ میں ملانے کے لیے ایک شرط لگائی ہے۔"عمران رک گیا۔

"رکومت میں سن رہا ہوں۔"

"جناب اس نے کہا کہ ہم عمران کو گرفتار کر کے اس کے حوالے کر دیں،تب ہی وہ ہمیں اپنے گروہ میں شامل کرے گی؛"

"پھر کیا ارادہ ہے؟"

"سر میری ایک تجویز ہے صدیقی کو میرا میک اپ کر کے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔"

"تجویز قبول ہے میں صدیقی کو ابھی بھیجتا ہوں اور کوئی بات۔"ایکسٹو کے لہجے میں نرمی آ گئی تھی۔

"ایک اور بات ہے جناب۔"عمران نے قدرے رکتے ہوئے کہا۔

"سر ایک تولہ بادام روغن چاہیے۔"عمران نے کیپٹن شکیل کو آنکھ مارتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل اس کی شرارت پر مسکرا دیا۔

"کیا مطلب؟"ایکسٹو کی آواز میں غصے کی بجائے حیرت نمایاں تھی۔

"مسٹر صدیقی کے سر پر مالش کرنے کے لیے۔"

ایکسٹو کا قہقہہ فضا میں گونج اٹھا کیپٹن شکیل نے ایکسٹو کا قہقہہ پہلی بار سنا تھا۔عمران واقعی عجیب تھا یہ کہیں مذاق کرنے سے نہیں چوکتا تھا۔

"میں سمجھ گیا عمران لیکن صدیقی ذہین ہے اسے بادام روغن کی ضرورت نہیں"ایکسٹو کی آواز سنجیدہ تھی۔

'کچھ نہ سمجھیے خدا کرے کوئی۔"عمران نے ہلکی آواز میں کہا۔

"تم نے کیا کہا۔"

"کچھ نہیں سر میں شکیل سے ذرا چونچ لڑا رہا تھا۔"عمران نے جلدی سے کہا۔

اور ٹرانسمیٹر بند ہو گیا۔عمران نے اسکا بٹن بند کر کے اسے میز کی دراز میں رکھ دیا اور خود کیپٹن شکیل کے ساتھ والے سوفے پر بیٹھ گیا۔

"عمران صاحب آپکو مان گئے اپ باس سے بھی مزاق کر لیتے ہیں۔"

"اوئے میں کوئی اس چوہے سے ڈرتا ہوں۔" عمران نے بازو کے پٹھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل ہنس پڑا۔

"جوزف اندر آ جاؤ، اب پہرے کی ضرورت نہیں۔" عمران نے زور سے ہانک لگائی

وہ دروزہ کھول کر اندر آگیا اور عمران کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا اس نے بیٹھتے ہی شراب کی بوتل نکالی اسکا کاک اڑایا اور بوتل منہ سے لگالی اور اسے اسی وقت ہٹایا جب وہ بالکل خالی ہو گئی۔ اسکے بعد اسنے دوسری بوتل نکالی اور اسکا بھی وہی حشر ہوا جو پہلی کا ہوا تھا۔ کیپٹن شکیل ی آنکھوں میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

"ارے ارے بس کرو کیوں میرا کباڑا کر رہے ہو۔ آجکل شراب ویسے بھی مہنگی ہو گئی ہے۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا۔

"باس مجھے شراب پیتے وقت مت ٹوکا کرو شراب مہنگی ہو گئی تو اب میں اس کے بدلے پانی پینے سے تو رہا۔" جوزف نے مسکین صورت بناتے ہوئے کہا۔

"کاش تم شراب کی بجائے پانی پیتے تو کتنا اچھا ہوتا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"باس اگر میں شراب کی جگہ پانی پی رہا ہوتا تو کب کا مر چکا ہوتا۔"

ارے تو کیا ہم مر گئے ہیں۔" عمران نے غصے سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"باس تم گریٹ آدمی ہو میرا اور تمہرا کیا مقابلہ۔' جوزف کا لہجہ خوشامدانہ تھا۔

"بس بس زیادہ مکھن نہ لگاؤ۔' عمران نے کہا اور شکیل ہنس پڑا۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور صدیقی اندر آگیا لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹھک گیا کیونکہ کمرے میں بیٹھی ہوئی تینوں صورتیں اس کے لیے اجنبی تھیں۔

"کون ہو تم لوگ؟" صدیقی نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

'پہلے اپنا تعارف کروائیں۔" عمران کی آواز بدلی ہوئی تھی۔

"میں کہتا ہوں کون ہو تم جلدی بتاو۔" صدیقی نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

"ہمیں ایکسٹو نے بلایا ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

صدیقی ایک اجنبی کی زبان سے اکستو کا نام سن کر چونک پڑا۔

"کیپٹن شکیل نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا۔ "صدیقی آرام سے بیٹھ جاو۔ میں شکیل ہوں، یہ عمران صاحب ہیں، تمہارے سامنے جوزف بیٹھا ہوا ہے کیپٹن شکیل نے وضاحت بیان کرتے ہوئے کہا۔ اور صدیقی شرمندہ ہو کر صوفے پر بیٹھ گیا اس نے ریوالور دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"یار شکیل دو منٹ تو خاموش رہتے، صدیقی صاحب کو ذرا اور گرم ہو جانے دیتے۔ عمران نے کیپٹن شکیل کو مخاطب ہو کر کہا۔

"عمران صاحب خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا۔" شکیل نے جوب دیا۔

صدیقی آؤ تمہارا میک اپ کرون تم نے میرا رول کرنا ہے۔"

عمران نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا اور صدیقی سعاد تمندی سے اتھ کھڑا ہوا، شائد ایکسٹو نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔

عمران نے صدیقی کو کونے والی کرسی پر بٹھا دیا۔ اور پھر الماری سے میک اپ کا سامان نکال کر اپنا میک اپ اس پر کرنا شروع کر دیا۔ میک اپ پلاسٹک کا تھا اس لیے صدیقی کے منہ سے ہلکی ہلکی سسکیاں نکل رہی تھیں۔ آدھے گھنٹے بعد وہاں صدیقی کی بجائے عمران کھڑا ہوا تھا۔ عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر صدیقی کے حوالے کر دیا۔ اور کہا۔-----------------۔'اب میری آواز میں کوئی فقرہ بولو۔"

"عمران صاحب آپ نے کمال کر دیا۔" صدیقی نے آئینے میں اپنی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

آواز اور لہجہ بالکل عمران کا تھا، عمران نے اطمینان کی سانس لی۔

"او کے تم پاس ہو گئے ہو چلو چلیں۔"

اور پھر سب ایک ایک کر کے کمرے سے باہر نکل گئے اور کمپاؤنڈ میں کھڑی ہوئی کار میں بیٹھ گئے۔ جوزف ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پچھلی سیٹ پر عمران اور کیپٹن شکیل کے درمیان صدیقی بیٹھا ہوا تھا۔

بلیک زیرو کی کار جب ہوٹل خیام کے کمپاؤنڈ میں جا کر رکی تو اس نے محسوس کیا کہ ہال میں افرا تفری مچی ہوئی ہے۔ وہ جلدی سے کار سے اترا اور تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا ہال کمرے کی طرف چلا۔ ہال کے دروزے بند تھے اس نے "خفیہ پولیس" کہہ کر دروازہ کھلوایا اور اندر گھس گیا اندر جا کر اس نے دیکھا کہ چاروں طرف خون ہی خون پھیلا ہوا ہے، ایک میز پر مظفر محمود کی لاش پڑی ہوئی ہے اسکا سارا جسم گولیوں سے چھلنی ہو پڑا تھا۔ اسکی ارد گرد کی میزوں پر تقریباً دس آدمیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ اس نے بے چینی سے ادھر ادھر نظر دوڑائی اسے سفدر کہیں نظر نہ آیا۔ مگر ایک کونے کی طرف دیکھ کر وہ چونک پڑا اسے تنویر اندھے منہ فرش پر پڑا نظر آیا۔ اسکا سارا جسم خون سے تر تھا اتنے میں پولیس دندناتی ہوئی ہال میں داخل ہوئی۔ ساتھ ہی ایمبولینس بھی آئی تھی کیونکہ ایمبولینس کا عملہ اسٹریچر لے کر اندر آ گیا تھا۔ بلیک زیرو تنویر کی طرف بڑھا۔ اس نے اسکی نبض دیکھی جو آہستہ آہستہ چل رہی تھی وہ سخت پریشان ہو گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اگر تنویر کو فوری طبّی امداد نہ ملی تو اسکی اہالت سخت خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ اپنے آپ کو بھی ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اچانک دو آدمی اسٹریچر لیے تنویر کے پاس آئے اور انہوں نے تنویر کو سٹریچر پر لتیا اور پھر باہر ایمبولینس کی طرف چلے، بلیک زیرو نے سوچا تنویر کا علاج ہسپتال کے جنرل وارڈ میں ہونے کی بجائے دانش منزل میں ہونا چاہیے لیکن پولیس کی موجودگی میں ہال سے باہر جانا بھی کار دارہ تھا کیونکہ پولیس افسروں کو اس پر شک ہو

سکتا تھا۔ نہیں تو پولیس والے مارے حیرت کے کم از کم بے ہوش تو ضرور ہو جاتے اتنے میں تنویر سٹریچر پر لدا ہوا باہر جا چکا تھا۔ دوسرے زخمی بھی اسٹریچروں پر لدے باہر جا رہے تھے۔ بلیک زیرو نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ اسنے سیچوئیشن کا جائزہ لیا تاکہ اگر نکل بھاگنے کی کوئی گنجائش ہو تو اسے عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ مگر ہال کے تمام دروازے بند تھے۔ صرف ایک دروازہ کھلا تھا جس پر دو سپاہی تعینات تھے۔ زخمی اسی راستے سے جا رہے تھے۔ ہال میں موجود تمام لوگ سمت کر مختلف کونوں میں چلے گئے تھے۔ بظاہر باہر نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی اور بلیک زیرو کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ جتنی دیر کرے گا اتنا ہی تنویر موت کے منہ میں چلا جائے گا۔ اس کا دماغ ماوف ہو گیا۔ وہ ٹیلیفون بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ جولیا کو فون سرف ایکسٹو کی آواز اور نام سے ہی کیا جا سکتا ہے ورنہ بلیک زیرو اور طاہر کو کون جانتا تھا اس نے سوچا اگر اس سیچوئیشن میں عمران ہوتا تو کچھ نہ کچھ حل ضرور نکال لیتا۔ عمران کا خیال ذہن میں آتے ہی ایک بہترین پلان اسکے ذہن میں آ گیا۔ شائد یہ عمران کے نام کی ہی برکت تھی کہ اسکا نام ذہن میں آتے ہی کند سے کند ذہن بھی مستعد ہو جاتا۔ وہ تیز تیز چلتا ہوا ایک کونے کی طرف بڑھا، وہاں ابھی تک ایک زخمی پڑا تھا، بلیک زیرو نے قریب پہنچ کر ادھر ادھر دیکھا۔

تمام لوگ پولیس انسپکٹر کی طرف متوجہ تھے وہ چپکے سے اس زخمی کے پاس لیٹ گیا۔ فرش پر تمام خون پھیلا ہوا تھا اس کا کوٹ تمام خون سے لتھڑ گیا۔ اس نے ہاتھ فرش پر مار کر اپنے سفید براق قمیص پر مار لیے اس طرح اسکا چہرہ بھی بھر گیا۔ اتنے اعلی سوٹ کی مٹی پلید ہوتے دیکھ کر اسکا دل ذرا دکھا لیکن جب تنویر کی جان کا خیال آیا تو اسے ذرا بھی احساس نہ ہوا آیا۔ اتنے میں چند آدمی اسٹریچر لیے اسکے پاس آئے ان میں سے ایک نے اسکی نبض دیکھی اسکے چہرے پر قدرے حیرت کے آثار ابھرے لیکن کچھ سمجھ میں نہ آنے والے انداز میں سر جھٹکا اور پھر باقی ساتھیوں کے ساتھ ملکر بلیک زیرو کو بھی اسٹریچر پر ڈالا اور اسے اٹھاتے ہوئے ہال سے باہر نکل

آئے۔

بلیک زیرو ہال سے تو باہر آگیا لیکن اب ان اسٹریچر برداروں سے جان چھڑانی بھی ایک مسئلہ تھا۔ بلیک زیرو کا اسٹریچر ایک ایمبولینس کار میں داخل کر دیا گیا اور وہ چاروں ایک اور اسٹریچر نکال کر پھر دوبارہ ہال میں چلے گئے بلیک زیرو پھرتی سے اٹھا اس نے دیکھا کہ تنویر اس ایمبولینس میں نہیں تھا شائد تنویر والی ایمبولینس جا چکی تھی اسنے جیب سے رومال نکال کر اپنا چہرہ صاف کیا لیکن اسکے باوجود اسکا حلیہ عجیب لگ رہا تھا۔ وہ پھرتی سے باڑ کی آڑ لیتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھا شکر ہے کہ ایمبولینس گاڑی اس قد آدم باڑ کے قریب ہی کھری تھی اور دوسری جانب اسنے اپنی گاری بھی باڑ کے پاس ہی کھڑی کی تھی۔ وہ باڑ کے پیچھے چلتا ہوا تیزی سے اپنی گاڑی کے قریب پہنچا، اسنے باڑ پھلانگی اور پھرتی سے دروازہ کھول کر کار مین گھس گیا۔ ایک منٹ کے بعد اسکی کار تیر کی طرح سنسناتی ہوئی ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر تھی اب اسکا رخ جنرل ہسپتال کی طرف تھا۔ جنرل ہسپتال اور خیام ہوٹل کا فاصلہ اگرچہ بہت زیادہ تھا اسلیے بلیک زیرو کو امید تھی کہ وہ ایمبولینس کو ہسپتال پہنچنے سے پہلے روک لے گا۔ اسکی کار اپنی پوری رفتار کے ساتھ اڑی جا رہی تھی۔ آدھے سے زیادہ فاصلہ وہ طے کر چکا تھا۔

ابھی تک اسے وہ ایمبولینس نظر نہیں آئی تھی اسنے ایکسلیریٹر پر پیر کا پورا دباؤ ڈال دیا، کار اور بھی تیزی سے بھاگنے لگی۔ پھر اچانک اسے ایمبولینس جاتی ہوئی نظر آئی اور پھر ہسپتال کی عمارت بھی نظر آنے لگی۔ اب اسکی کار اور ایمبولینس کا فاصلہ نزدیک سے نزدیک تر ہوتا چلا گیا۔ پھر اسکی کار ایمبولینس کو کراس کر گئی۔ اس نے ایک دم ایکسیلیٹر پر دباؤ بالکل ختم کر دیا اور پورے زور سے بریک دبا دی، کار ایک طویل چیخ کے ساتھ سڑک پر رک گئی۔ یکدم بریک لگنے سے وہ سڑک پر گھوم گئی۔ پیچھے آنے والی ایمبولینس بھی بریکوں کی زبردست چڑ چڑاہٹ کے ساتھ بلیک زیرو کی کار کے پاس آ کر رک گئی۔ بلیک زیرو نے جلدی سے جیب سے رومال نکال کر چہرے پر باندھ لیا اور گاڑی سے نیچے اتر آیا ایمبولینس کا ڈرائور بڑی خشمگیں نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بلیک

زیرو تیزی سے ایمبولینس کے قریب آیا اس نے ڈرائیور کا دروازہ کھول کر اسے بے دردی سے کھینچ کر نیچے اتارا اور پستول نکال کر اسکے پہلو سے لگا دیا۔ حیرت اور خوف کے مارے ڈرائیور کی آنکھیں پھٹ رہی تھیں، بلیک زیرو نے غراتی ہوئی آواز میں کہا؛

"ایمبولینس کا پچھلا دروازہ کھولو۔"

شکر تھا کہ سڑک سنسان تھی، ابھی تک وہاں کوئی گاڑی نہیں آئی تھی۔ ڈرائیور نے گبھرا کر پچھلا دروازہ کھولا، اسے دوسری سیٹ پر تنویر لیتا ہوا نظر آیا؛

'اسے فورا باہر نکالو۔" بلیک زیرو نے گرجتے ہوئے کہا۔

اور ڈرائیور غریب نے جلدی سے اسٹریچر کو باہر کھینچ لیا گر بلیک زیرو پھرتی سے بڑھ کر اسٹریچر کا دوسرا سرا نہ تھام لیتا تو تنویر اسٹریچر سمیت سڑک پر آ پڑتا۔

"اس آدمی کو کاندھے پر اٹھاؤ۔" بلیک زیرو نے اسٹریچر فرش پر رکھتے ہی لپک کر سڑک پر پڑا ریوالور اٹھا لیا، ڈرائیور مرتا کیا نہ کرتا کہ مصداق تنویر کو کاندھے پر اٹھا لیا۔

"چلو اسے میری کار میں ڈالو۔"

اور ڈرائیور نے جیسے ہی تنویر کو بلیک زیرو کی کار میں ڈالا بلیک زیرو دروازہ کھول کر کار میں بیٹھ گیا۔ اور زوں کی آواز کے ساتھ کار چل پڑی۔ ڈرائیور ابھی تک وہیں آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس نے خواب دیکھا ہے یا عالم بیداری ہے اور بلیک زیرو کی کار جنرل ہسپتال کا موڑ کاٹ رہی تھی۔

جوزف نے روپا بار کے سامنے کار روک دی اور پھر صدیقی ہاتھ اٹھائے کار سے باہر آ گیا۔ وہ عمران کی مکمل ایکٹنگ کر رہا تھا اس کے چہرے پر مکمل حماقت تھی۔ عمران اسکی کمر سے پستول کی نال لگائے چل رہا تھا اور کیپٹن شکیل اور جوزف پیچھے پیچھے چل رہے تھے اس پوزیشن میں جب وہ بار میں داخل ہوئے تو اندر مچا ہوا شور

یک لخت خاموشی میں تبدیل ہو گیا ہر شخص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس جلوس کو دیکھ رہا تھا وہ سیدھے گیلری میں داخل ہو گئے۔

خاموشی اب ہلکی بھنبھناہٹ میں تبدیل ہو گئی۔ گیلری سے گزر کر وہ ایک کمرے کے سامنے رک گئے۔ عمران نے جوزف کو اشارہ کیا اور جوزف نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی دروازہ فوراً کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی روپا تھی حیرت سے اسکی آنکھیں پھٹ گئیں جب اسنے عمران کو ہاتھ اٹھائے دیکھا اسکے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ویری گڈ۔" اور وہ انہیں راستہ دینے کے لیے ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ اندر آ چکے تھے۔ روپا نے دروازہ بند کر دیا اور پھر ریوالور کو ایک جگہ سے مخصوص انداز میں تھپتھپایا وہ اب تہ خانے میں پہنچ چکے تھے۔

"اسکی جیب میں پستول تو نہیں تھا۔" روپا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ اور عمران نے انکار میں سر ہلا دیا۔

"میرے خیال میں اسکے ہاتھ باندھ دینے چاہیں کیونکہ یہ انتہائی خطرناک شخص ہے مجھے شبہ ہے یہ خالی ہوتھ بھی کچھ نہ کچھ کر گزرے گا۔" یہ کہ کر روپا نے میز کی سائڈ میں لگا ہوا بٹن دبا دیا چار غنڈے ہاتھوں میں مشین گنیں لیے اندر آ گئے۔

"جوکر ادھر الماری سے رسی نکال کر صاحب کے ہاتھ مضبوطی سے باندھ دو۔" روپا نے ان میں سے ایک کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

جوکر نامی آدمی نے مشین گن ایک طرف رکھدی اور الماری سے رسی نکال کر صدیقی کی طرف بڑھا، ومران کا پستول ابھی تک صدیقی کی پشت سے لگا ہوا تھا اور پھر جوکر نے صدیقی کے ہاتھ باندھنے کے لیے پیچھے کھینچے لیکن پھر نجانے کیا ہوا صدیقی نے یقیناً ایک کامیاب داؤ لگایا تھا بجائے اسکے کہ صدیقی کے ہاتھ پیچھے

بندھتے جوکر ہوا میں قلابازی کھاتا ہوا آگے جا گرا۔ لیکن پیچھے کھڑے عمران کا ایک زوردار مکا اسکی کنپٹی پر پڑا، مشین گنوں والے چپکے کھڑے تھے، ضرب زوردار تھی۔

صدیقی نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی مگر اسکی آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگے اور وہ ایک دم لہرایا اور زپھر دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔

"بہت خوب ٹائیگر قابل تعریف طاقت کے مالک ہو۔" روپا کے چہرے پر خوشی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

جوکر فرش سے اتھ کھڑا ہوا اور روپا کے اشارے پر اس نے صدیقی کو اٹھایا اور صوفے پر ڈال دیا اور اس کے بازو پیچھے کر کے اس کے ہاتھ مضبوطی سے باندھ دیئے۔

"آپ صاحبان تشریف رکھیے۔" روپا نے سامنے رکھے ہوئے صوفوں کی طرف اشارہ کیا اور عمران نے پستول جیب میں ڈال لیا اور پھر وہ صوفوں پر بیٹھ گئے مشین گنوں والے بھی انکے پیچھے کھڑے تھے۔

"مجھے بڑی خوشی ہے مسٹر جیگر، ٹائیگر اور جوزف کہ آپ اس بہت بڑے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

"اچھا تو پھر میں نے کون سی ڈویژن لی ہے۔" عمران عادت سے مجبور تھا۔

"ایک دم فرسٹ کلاس۔" روپا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن دوستو تم ایک داؤ ہار گئے ہو یہ کہتے ہوئے اسکی انگلی میز پر لگے ہوئے ایک سرخ رنگ کے بٹن پر پہنچ گئی اور پھر اسسے پہلے کہ عمران چونکتا روپا وہ بٹن دبا چکا تھا اور وہ تینوں اچھل پڑے۔ عمران نے جلدی سے ریوالور نکالنا چاہا لیکن پیچھے کھڑے ہوئے غنڈوں نے مشین گنیں انکی پشت پر لگا دیں۔ اب وہ مجبور تھے انہیں بیٹھنا پڑا کیونکہ بٹن کے دبانے سے صوفے کے نیچے سے نکلنے والی کڑیاں انکے پیروں کو جکڑ چکی تھیں۔ کیپٹن شکیل کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

"اس حرکت کا کیا مطلب؟" اس نے گرجدار آواز میں روپا سے پوچھا۔

"بتاتا ہوں۔" اور پھر اس جوکر نامی غنڈے نے انکی جیبوں سے ریوالور اور کیپٹن شکیل کے اوور کوٹ سے مشین گن نکال لی۔

"تمہیں یہ حرکت مہنگی پڑے گی روپا۔" کیپٹن شکیل ایک بار پھر غرایا۔

"نہیں میرے دوست مجھے یہ حرکت بہت سستی پڑی ہے۔" روپا مسکرایا۔

"کتنے روپے سیر پڑی۔" عمران نے معصومیت سے پوچھا۔

"یہ عمران ہے۔" روپا نے صدیقی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

"بالکل۔" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

اور روپا کا زوردار قہقہہ کمرے میں گونج اٹھا۔

"تم روپا کو بے وقوف بنانے چلے تھے، تم کو نہیں معلوم روپا کی ہزار آنکھیں ہیں اگر وہ ایسے ہی بے وقوف بن جاتا تو آج جیل کی کوٹھڑی میں پڑا سڑ رہا ہوتا۔ کتنا خوبصورت منظر ہے کہ عمران خود عمران کی کمر سے ریوالور لگائے آرہا ہو۔ بہت خوب مسٹر عمران، کیپٹن شکیل اور مسٹر جوزف آپکی سکیم بہت اچھی تھی، مگر آپکا مقابلہ روپا سے تھا۔"

عمران یہ سن کر دنگ رہ گیا۔ ساری سکیم ہی ختم ہوگئی تھی لیکن سوال یہ تھا کہ روپا کو پتہ کیسے چلا۔

"اب بتاؤ یہ سودا مجھے مہنگا پڑا یا سستا۔" روپا نے ایک اور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"بالکل سستا دو روپے کے حساب سے۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مسٹر عمران میری مدت سے خواہش تھی کہ کہیں تم میرے ہتھے چڑھ جاؤ تو میں جی بھر کے تم سے انتقام لے سکوں۔"

"کیوں دوست میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے، یقین کرو میں مرغی چور نہیں ہوں کہ تمہیں اسکا رنج ہو۔"

"تم کہتے ہو کہ تم نے میرا کیا بگاڑا ہے تم نے میرا خاندان تباہ کر دیا ہے، تم نے ایک ہنستے مسکراتے گھر کو تباہی، مفلسی غربت اور بیماری کے اندھے کنویں میں پھینک دیا۔ تمہیں شاید یہ یاد نہ ہو کہ تم نے آج سے پندرہ سال قبل ہوٹل رنگ بہار پر فیاض کے ہاتھوں چھاپہ ڈلوایا تھا۔ میرا بھائی وہاں بیرا تھا۔ اسکا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ بیرا تھا مالک نہ تھا۔ وہ اس وقت کوکین کا پیکٹ لیے ہوٹل کے مختلف گاہکوں کو سپلائی کرنے جا رہا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اسے گرفتار کر لیا۔' چھاپہ ڈلوانے کا مقصد کچھ اور ہو سکتا تھا مگر میرا بھائی تو مفت میں مارا گیا۔ ایک ملازم اپنے گھر والوں کے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے مالک کا ہر کام کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ تمکو کیا معلوم کہ ایک غریب کے جلو میں کیا مجبوریاں ہوتیں ہیں۔ تم نے کبھی غربت کا منہ دیکھا ہو تو تمہیں اندازہ ہو کہ غریب روٹی کمانے کے لیے کیا کیا جتن کرتا ہے، تم نے تو صرف اتنا دیکھا کہ کوکین کا پیکٹ اسکے ہاتھ میں تھا اسلیے وہ قانون کی نظر میں مجرم ہے۔

"تم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ پیکٹ دینے والا کون ہے، کیا وہ قانون کی نظر میں اصل مجرم نہیں اس پیکٹ کو خریدنے والے کون ہیں؟ کیا وہ قانون کے مجرم نہیں، لیکن تمہارا قانون ثبوت مانگتا ہے اور ثبوت صرف بیرے کے ہاتھ میں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہوٹل بھی چلتا رہا کوکین بھی سپلائی ہوتی رہی مگر میرا بھائی سلاخوں کے پیچھے پہنچ گیا۔

میں تمہیں بتاؤں کہ اسکے خاندان والوں پر کیا گزری تو سنو تمہارے اس چھوٹے سے کارنامے نے کیا کیا گل کھلائے، تم شائد آج تک اس زعم میں رہے ہوگے کہ تم معاشرے کو اس کے گندے ناسوروں سے پاک کر کے ایک خدمت انجام دے رہے ہو۔

میں تسلیم کرتا ہوں لیکن مجھے اسکا جواب چاہیے کہ مجرموں اور غنڈوں کے گھر والوں نے کیا جرم کیا ہے جس کی بھیانک سزا انہیں ملتی ہے، کیا اس لیے کہ وہ مجرم یا غنڈے کے گھر والے ہیں کسی افسر یا معزز شہری کے

نہیں تو کیا تمہارا قانون گوارا کرتا ہے کہ ایک جرم کی سزا سب اٹھائیں میں تمہیں بتاوں کہ ان پر کیا گزرتی ہے۔ تمہارے سامنے اتنا شدید پہلو نہ رہا ہو گا۔

"سنو جب میرے بھائی کو کوکین بیچنے کے جرم میں سات سال کی قید ہوئی تو اسوقت اسکے گھر میں ایک بیمار بھائی یعنی میں ایک اندھی ماں اور دو جوان بہنیں تھیں۔ بھائی کے جانے کے بعد ہمیں فاقے کرنے پڑے آخر اندھی ماں نے مرتا کیا نہیں کرتا کے مصداق بھیک مانگنا شروع کر دی۔ میں بستر پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا لیکن دوائی کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں تھا اور بغیر پیسے کے دوائی ملنی اس معاشرے میں ملنی ناممکن ہے۔ غریب چاہے مر جائے اسکی قانون اور معاشرے میں کوئی وقعت نہیں ہوتی، لیکن ڈاکٹروں کی تجوریاں ضرور بھرتی رہتی ہیں۔ کیا یہ ڈاکٹر قانون کے مجرم نہیں؟ کیا یہ چار ٹکوں کی خاطر جیتے جاگتے انسانوں کو قبر میں نہیں دھکیل دیتے۔ میں مانتا ہوں کہ ڈاکٹروں میں اچھے لوگ بھی موجود ہیں جو غریبوں کا دکھ درد بانٹتے ہیں، جو پیسے کے غلام نہیں۔ لیکن تم جانتے ہو کہ انکی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے، کیا تم نے کبھی ایسے ڈاکٹر کو گرفتار کروایا ہے، کبھی نہیں ناں کیونکہ انکا جرم معاشرے کی نظر مین کوئی جرم نہیں، وہ ملک کے معزز شہری ہین، معاشرے کے قابل احترام افراد ہین خیر یہ تو ایک بات سے بات نکل آئی۔ میں تمہیں بتا رہا تھا کہ میری اندھی ماں بھیک مانگ کر ہمارے پیٹ کا دوزخ بھرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

ماں کا بیٹا قانون کی نظر میں کتنا بڑا مجرم ہو ماں کی نظر میں بیٹا ہی ہوتا ہے۔ وہ بھیک مانگتی رہی اور تمہیں اور تمہارے قانون کو بد دعائیں دیتی رہی، لیکن شائد خدا کو بھی غریبوں کی باتیں سننے کی فرصت نہیں ہوتی، شائد وہ بھی امیروں کے بینک بیلنس کا حساب دیکھ کر خوش ہوتا رہتا ہے اور غریب کے پاس تو دو چیزیں ہوتی ہیں دعائیں یا بد دعائیں۔

اور ایک دن خدا نے میری ماں کی بھی سن لی، یعنی وہ ایک بہت بڑے صنعت کار کی کار کے نیچے آ کر مر گئی اور

وہ صنعت کار اسے گالیاں دیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ کاش کہ میری ماں اس کار کے نیچے آ کر مر جاتی تو مجھے آج اتنا غم نہ ہوتا، وہ مری نہیں اسکے سینے کی ساری ہڈیاں ٹوٹ گئیں وہ سڑک پر پڑی تڑپتی رہی لیکن کسی کے دل میں رحم نہ آیا، آخر چند غریب اٹھا کر اسے ہسپتال لے گئے لیکن ہسپتال والوں نے اسے داخل کرنے سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ اسکی مرہم پٹی کرنے سے بھی انکار کر دیا کیونکہ وہ غریب تھی، اسکے پاس روپیہ نہیں تھا، اسکے پاس کسی بڑے افسر یا وزیر کی سفارش نہیں تھی۔ وہ تڑپتی رہی سڑکوں پر گھسٹتی رہی آخر دوسرے دن گھر آ پہنچی تم اسکی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو؟ وہ دس دن تک پڑی تڑپتی رہی۔ آخر تڑپ تڑپ کر سسک سسک کر اس نے دم توڑ دیا۔ میری جوان بہنیں بھیک مانگنے نکلیں تو وہ ایسی غائب ہوئیں کہ آج تک واپس نہیں آئیں مجھے معلوم ہے کہ وہ کسی امیر کی چار دیواری میں اسکی داشتہ بنی بیٹھی ہوں گی۔

میں اکیلا رہ گیا، شدید ترین بیماری میں 'میں سڑکوں پر گھسٹتا پھرا اور پھر غنڈوں کے ہاتھوں چڑھ گیا نتیجہ آج تم دیکھ رہے ہو میرا بھائی وہیں جیل میں سختیاں اٹھاتے اٹھاتے ختم ہو گیا، اب مجھے بتاؤ کہ تم نے میرے بھائی کو گرفتار کرا کے معاشرے کی کونسی خدمت کی؟ کیا یہی خدمت کی کہ ایک بڑھیا کو تڑپا تڑپا کر مروایا۔ کیا یہی خدمت کی کہ دو نوجوان لڑکیوں کو ان کی مرضی کے خلاف مجبوراً امیروں کی داشتہ بنوایا؟ کیا یہی خدمت کی کہ ایک شریف نوجوان کو غندہ بننے پر مجبور کر دیا۔

پھر تم کہتے ہو کہ تم نے میرا کیا بگاڑا ہے؟ اب تمہیں پتا چلا کہ تم نے کیا کیا تھا؟ اور یہ تو صرف ایک آدمی کی کہانی ہے نجانے اس جیسی کتنی کہانیوں نے تمہارے ہاتھوں جنم لیا ہو گا، اور روپا خاموش ہو گیا۔

عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ کیپٹن شکیل کی آنکھیں بھی کسی گہری سوچ کا پتہ دے رہی تھیں۔ پھر روپا کے چپ ہونے پر عمران بولا۔

"روپا آج واقعی تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں تم نے مجھے میرے کارنامون کا ایک اور پہلو بھی دکھا دیا

ہے جو آج تک میری نظروں سے اوجھل رہے۔ جو کچھ تم نے کہا ہے اگر وہ صحیح ہے تو میں تمہارا مجرم ہوں تم میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہو کر سکتے ہو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

"عمران تمہارے اس اعتراف جرم نے میرے تمام گلے شکوے دور کر دیئے، تم ابھی بھی ان ظلموں کا کفارہ ادا کر سکتے ہو بشرطیکہ تم مجھے بتادو کہ ایکسٹو کون ہے۔"

ایکسٹو کا نام سن کر عمران چونک پڑا اسکے چہرے پر چھائی ہوئی جزباتیت بھی یک لخت دور ہو گئی۔ صدیقی جو اب تک ہوش میں آچکا تھا وہ بھی ایکستو کے نام سے چونک پڑا۔ البتہ کیپٹن شکیل اطمینان سے بیٹھا تھا۔

"ایکسٹو وہ کیا بلا ہوتی ہے؟"

"اور ہاں تم ہمیں پہچانے کیسے؟' عمران نے پوچھا۔ وہ سوچ رہا تھا روپا نے اکسٹو کا پتہ لگانے کی قدرے کامیاب نفسیاتی کوشش کی ہے۔

"مجھے تم لوگوں پر شک تو پہلے دن سے پڑ گیا تھا۔ سب سے پہلا شک تو اس وقت پڑا جب تم میرے زبردست نشانے کے باوجود بچ گئے۔ یہ آرٹ صرف عمرآن کو ہی آتا ہے دوسرا شک تمہارے چہرے کو دیکھ کر ہوا کیونکہ مجھے محسوس ہوا کہ تم میک اپ میں ہو، لیکن میں خاموش ہو گیا لیکن میں خاموش ہو گیا۔ میں اگر تم لوگوں کو اس وقت گرفتار کر لیتا تو شاید معاملہ بگڑ جاتا چنانچہ میں نے تم پر جال پھینکا اور تم اس جال میں پوری طرح پھنس گئے میں نے تمہیں تمہاری فوٹو دے کر ڈھونڈنے کے لیے کہا اور تم سیکرٹ سروس کے ایک اور ممبر صدیقی کو اپنا میک اپ کرا کے لے آئے۔ لیکن شائد تمہیں یہ یقین نہ آئے یہاں سے جانے کے بعد یہاں تک واپس پہنچنے تک تمہاری کی ہوئی گفتگو کا ایک ایک لفظ میرے پاس ٹیپ کی صورت میں موجود ہے۔ دراصل میں نے جو تمہیں نوٹ دیے ہیں ان میں سے ایک پر نہ نظر آنے والا مصالحہ لگا ہوا ہے جسکے بعد وہ نوٹ ٹرانسمیٹر کا کام دینا شروع کر دیتا ہے۔ نوٹوں کی گڈی تمہاری جیب میں پڑی رہی اور میں تمہاری گفتگو

کا ایک ایک لفظ یہاں بیٹھا سنتا رہا۔ اس طرح مجھے پتہ چل گیا کہ تم لوگوں کی حیثیت کیا ہے؟ اب تم مجھے بتاؤ کہ اکسٹو کون ہے کیونکہ اب تم مجھے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم اکسٹو کو نہیں جانتے۔

"ایکسٹو میرے پالتو طوطے کا نام ہے۔" عمران نے کہا۔

"شٹ اپ، تم مجھے سختی پر مجبور مت کرو ورنہ میں تمہاری بوٹی بوٹی الگ کر دوں گا۔" روپا کو غصہ آ گیا۔

"تو تم قصائی بھی رہ چکے ہو۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور روپا کی آنکھیں سلگ اٹھیں۔

"ہاں اب تمہارے لیے مجھے قصائی بھی بننا پڑے گا، میں دیکھوں گا کہ تم کب تک مزاق میں ٹالتے ہو۔"

"میں مرتے دم تک مزاق کرتا ہوں۔"

"تمہیں غلط فہمی ہے مسٹر عمران۔" یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا، مشین گنوں والے ابھی تک ان کے سروں پر کھڑے تھے اور پیروں میں پڑی ہوئی کڑیوں نے انہیں بے بس کر دیا تھا۔

بلیک زیرو کی کار انتہائی تیزی سے دانش منزل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پچھلی سیٹ پر تنویر بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے زخموں سے خون رس رہا تھا۔ بلیک زیرو کو معلوم تھا کہ ہر گزرتا لمحہ تنویر کو موت کے منہ میں لے جارہا ہے اس لیے وہ کار کی رفتار لمحہ بہ لمحہ بڑھاتا چلا گیا، اچانک ایک دھماکے کی آزآئی اور کار بے قابو ہونے لگی۔ بلیک زیرو نے کار کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی لیکن بے سود۔

کار کی رفتار چونکہ بہت زیادہ تھی اس لیے اسے سنبھالنا ناممکن ہو گیا اور پھر وہی ہوا۔ کار قلابازی کھاتی ہوئی سرک کے نیچے گڑھے میں جا گری اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پٹرول کی ٹنکی نے آگ پکڑ لی۔ بلیک زیرو کو جس وقت قدرے ہوش آیا تو اسوقت اسکے چاروں طرف آگ کے شعلے رقص کر رہے تھے اور خود ہلنے سے بھی معزور تھا۔

نہ جانے اسکے جسم میں کیا کچھ ٹوٹ گیا تھا۔آگ ابھی تک اسکے کپڑوں کو نہیں لگی تھی،اسنے محسوس کیا کہا گر چند لمحوں کی دیر ہو گئی تو وہ یہیں جل کر خاک ہو جائے گا۔اور تنویر تو شاید اس جھٹکے کو برداشت نہ کر سکا ہو کیونکہ اسکے زخم بے حد خطرناک تھے۔

تنویر کا خیال آتے ہی اسکے جسم میں برقی لہر دوڑ گئی۔اسنے اپنے جسم کو ہلایا اور اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اسکی کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی۔چاروں طرف آگ کے شعلے موت کی زبان بنے لپک رہے تھے کار دھڑا دھڑ جل رہی تھی بلیک زیرو کا اتنی دیر تک بچ جانا ہی معجزہ تھا۔

اسنے دائی طرف دیکھا تو کار کا دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن اسکے درمیان آگ کی چادر تنی ہوئی تھی،اسنے اپنے جسم کو سکیڑنا چاہا لیکن ٹانگیں پھنسی ہوئی تھیں۔ایک زوردار جھٹکے سے اسکی ٹانگیں نکل آئیں۔اسنے ایک لمحہ کے لیے سر موڑ کر دیکھا تو تنویر پچھلی سیٹ سے غائب تھا۔دوسرے لمحے اسکے کوٹ کو آگ لگ گئی۔اب معملہ برداشت سے باہر تھا آگ کی وجہ سے بے حد گرمی تھی۔اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اسے جلتے ہوئے آتشدان میں پھنسا دیا ہو اور پھر اسنے اپنی پوری قوت سے کھلے دروازے سے چھلانگ لگا دی۔آگ کی دیوار پار کرتے ہوئے اسکے ہاتھ اور جھلس گئے وہ زمین پر قلابازیاں کھاتا ہوا دور تک چلا گیا۔

زمین پر لوٹنے کی وجہ سے آگ بجھ گئی اور وہ تھ کھڑا ہوا اسکا تمام جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ جسم پر کافی زخم آئے تھے سڑک بالکل سنسان پڑی تھی۔آگ کی وجہ سے چاروں طرف روشنی ہو رہی تھی اچانک اسکی نظر دور پڑے تنویر پر پڑی۔جو شائد کار کی لڑھکنے کے دوران باہر آ گرا تھا۔وہ تیزی سے تنویر کی طرف بڑھا تنویر ابھی تک بے ہوش تھا اسنے تنویر کی نبض پر ہاتھ رکھا اسکے مرنے میں چند لمحوں کی دیر تھی۔اگر اسے فوری طور پر امداد نہ دی جاتی تو وہ ختم ہو جاتا۔

سڑک بالکل سنسان تھی اس نے تنویر کو کاندھے پر لادا اور گڑھے سے ہوتا ہوا سڑک پر آ گیا،دانش منزل وہاں

سے کافی دور تھی۔اس نے سوچا، ٹکسی کا انتظار کیا جائے لیکن اس سڑک پر ہو سکتا تھا کہ ٹیکسی ساری رات نہ اتی۔اب وہ پھنس گیا تھا اس سے تو اچھا تھا کہ تنویر جنرل ہسپتال چلا جاتا۔آخر اس نے دانش منزل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔کافی دور جانے کے بعد وہ ایک چوراہے پر آ گیا۔ادھر سے ایک ٹرک آ رہا تھا اس نے ٹرک ڈرائیور کی منت کی اور ٹرک ڈرائیور اسے اور تنویر کو پہنچانے کے لیے تیار ہو گیا۔لیکن اب بلیک زیرو نے دانش منزل جانے کا ارادہ ترک کر دیا کیوں کہ یہ یقینی تھا کہ ڈرائیور اسے چھوڑ کر سیدھا پولیس اسٹیشن جاتا اور پھر پوزیشن ضرور نازک ہو جاتی۔

اس لیے اسنے رانا پیلس جانے کا خیال بنایا اور پھر وہ رانا پیلس سے تقریبا سو گز پیچھے اترا۔ٹرک کے جانے کے بعد تنویر کو کاندھے پر ڈال کر رانا پیلس میں داخل ہو گیا۔چند لمحے بعد ڈاکٹر فاروقی تنویر کو دیکھ رہا تھا۔ڈاکٹر فاروقی قابل ترین سرجنوں میں سے تھے ان کی خدمات صرف اکسٹو کے لیے محسوس تھیں۔اس نے تنویر کی خطرناک حالت کو فورا بھانپ لیا۔

تنویر کے جسم میں تین گولیاں تھی جنکا نکلنا بے حد ضروری تھا،اسنے فورا آپریشن کا فیصلہ کیا۔رانا پیلس میں ایک جدید آپریشن تھیٹر موجود تھا یہ عمران کی پیش بندی تھی۔جو آج تنویر کے کام آئی۔آدھے گھنٹے کے آپریشن کے بعد ڈاکٹر فاروقی نے اطمینان کی سانس لی۔خطرہ بالکل تو نہیں مگر کسی حد تک دور ہو چکا تھا۔ڈاکٹر فاروقی نے تنویر سے فارغ ہو کے بلیک زیرو کی بھی مرہم پٹی کی۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

تقریبا آدھے گھنٹے بعد روپا دوبارہ کمرے میں داخل ہو گیا جس میں عمران اور اسکے ساتھی قید تھے۔وہ اکیلا نہ تھا اس کے ساتھ ایک نقاب پوش بھی تھا روپا نے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نقاب پوش سے کہا،

"یہ مسٹر عمران ہیں جن کو گرفتار کرنے کے لیے ہم سب کوشش کر رہے تھے۔"

"ویری گڈ،آپ نے انتہائی قابل قدر کارنامہ سرانجام دیا ہے،باس عمران سے مل کر ضرور خوش ہو

گا۔" نقاب پوش نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں نے کہا اے مہہ جبیں پردہ نشیں کیا تم اپنے دیدار سے مشرف بھی فرماؤ گی۔" عمران نے ہانک لگائی۔

"شٹ اپ ادب سے بات کرو۔" روپا یہ سن کر غصے سے پھٹ پڑا۔

"کیون کیا یہ کسی سکول کے ماسٹر ہیں؟" عمران نے اسی لہجے میں کہا۔

لیکن روپانے عمران اور اسکے ساتھیوں کے پیچھے کھڑے ہوئے غندوں کو اشارہ کیا اور یک لخت عمران اور اسکے ساتھیوں پر جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا مشین گنوں کے بٹ کافی زوردار پڑے تھے۔ ایک لمحے بعد وہ سب بے ہوش تھے۔

روپانے آگے بڑھ کر باری باری سب کی آنکھیں کھول کر دیکھا پھر مطمئن انداز مین طویل سانس لی۔

"لیجئے باس اب یہ برے باس تک بآسانی پہنچ جائیں گے۔"

"گڈ مسٹر روپا۔ یہ تم نے اچھا کیا، یہ جتنی جلدی باس تک پہنچ جائیں گے۔

"گڈ مسٹر روپا، یہ تم نے اچھا کیا یہ جتنی جلدی باس تک پہنچ جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔

پھر روپانے ایک ادمی کو اشارہ کیا اور وہ شخصپھرتی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ کمرے کے اندر داکل ہوا،

"تیار ہے باس۔" اس نۓ ادب سے سر جھکا کر کہا۔

"اوکے یہ کہہ کر روپا میز کی طرف گیا اور پھر اسنے میز کی نچلی سائیڈ میں لگے ہوئے کسی بٹن کو دبایا اور عمران اور اسکے ساتھیوں کے پیرون میں پڑی ہوئی کڑیاں کھل کر دوبارہ صوفوں میں گھس گئیں۔

"ان کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالو۔" روپانے غنڈوں سے کہا اور پھر باری باری ان سب کو اٹھا کر کمرے سے باہر لے جایا گیا اور دروازے کے پاس کھڑی ایک سیاہ رنگ کی بند وین میں ڈال دیا گیا۔

"اوکے مسٹر روپا۔ آپ کا کام ختم ہوا باس یقینا آپ کو بہت بڑے انعام سے نوازے گا۔"

میں باس کا خادم ہوں۔" روپانے انتہائی سر جھکا کر کہا، اور وہ نقاب پوش وین کے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا اور وین تیزی سے چل پڑی۔

بلیک زیرو عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بے حد بے چین تھا۔ ان کی کوئی خبر نہیں تھی۔ ادھر صفدر بھی گم تھا۔ اسکے تمام ساتھی سوائے جولیا کے منظر سے غائب تھے۔ تنویر زخمی پڑا تھا۔ بلیک زیرو کو عمران اور کیپٹن شکیل کی صلاحیتوں پر بے پناہ اعتماد تھا۔ لیکن اسکے باوجود بھی وہ مضطرب تھا۔ اب تک عمرانکی طرف سے کوئی کال آجانی چاہیے تھی۔ ادھر سر رحمان نے فون کر کے یہ بتایا تھا کہ کیپٹن فیاج بھی کل سے گم ہے۔ اسکا کوئی پتہ نہیں چل رہا۔

بلیک زیرو کی عقل حیران تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اعلی ھکام علیحدہ پریشان تھے اتنی اہم فائل کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ بلیک زیرو فائل کی اہمیت سے بخوبی واقف تھا۔

فائل میں دراصل اس منصوبہ کی تفصیل تھی جسکے اندر ایک دوست کی مدد سے ہائیڈروجن بم اور فیکٹری تیار ہو رہی تھی۔ وہ دوست ملک اس سلسلے میں منظر عام پر نہیں آنا چاہتا تھا۔ فیکٹری کے حفاظتی انتظامات فائل کی چوری کے بعد سخت ترین کر دیئے گئے تھے، لیکن اس فائل میں اس دوست ملک کے وزیر خارجہ کے دستخط تھے، اگر وہ معاہدہ آؤٹ ہو جائے تو بے شمار بین الاقوامی پیچیدگیاں پر جانے کا خطرہ تھا اس لیے اس فائل کو ہر صورت میں واپس کرنا انتہائی ضروری تھا۔ یہ سوچیں بلیک زیرو کو بے حد پریشان کر رہی تھیں۔

ایک ایک لمحہ اہم تھا اور وہ ابھی تک اس سلسلے میں کچھ نہ کر سکا تھا۔ آخر اس نے کچھ سوچ کر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور جولیا کے نمبر ڈائل کیے چند لمحوں بعد دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔

"یس جولیا سپیکنگ۔"

"ایکسٹو۔" بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس باس۔" جولیا کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

"جولیا تم کار میں ابھی جام نگر کے روپابار میں جاؤ وہاں کسی نہ کسی طریقہ سے تمہیں بار کے مالک روپا سے ملنا ہے، طریقہ کقر کا فیصلہ میں تم پر چھوڑتا ہوں۔ عمران وغیرہ وہاں گئے تھے۔ لیکن اب تک ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ تم نے روپا سے ملکر یہ اندازہ لگانا ہے کہ عمران وغیرہ کہاں ہیں اور اس قسم کی بات چیت اور ایکٹنگ کرنا کہ روپا تم سے کھٹک جائے اور اگر وہ تمہیں اغوا کر کے کہیں بھیجیں تو یہ زیادہ بہتر ہے تمہارے بالوں کے کلپ میں نمبر چار ٹرانسمیٹر ضرور ہونا چاہیے اور جس وقت تم روپابار میں جاو اسے ہر وقت آن رکھنا۔ سمجھ گئیں تم۔"

"بالکل باس، آپ قطعی بے فکر رہیں۔" جولیا کی آواز آئی۔

"اوکے۔" بلیک زیرو نے ریسیور رکھ دیا۔

چند منٹ تک وہ بیٹھا سوچتا رہا پھر اسنے اٹھ کر سامنے لگی ہوئی الماری کھولی اور پلاسٹک میک اپ کرنا شروع کر دیا اب اس کی شکل کافی بدل چکی تھی۔ اس نے دوسری الماری سے نمبر چار ترانسمیٹر نکال کر جیب میں ڈالا اور ایک دو اور چیزیں جیب میں ڈال کر پھر اپنے محصوص کمرے میں آگیا۔ اس نے جولیا کو بطور چارہ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا اس کے علاوہ اسکے خیال میں کوئی صورت نہ تھی۔ اب وہ جولیا کا پیچھا کر کے تنظیم کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچنا چاہتا تھا تھوڑی دیر بعد اسکی کار تیز رفتاری سے جام نگر کی طرف دوڑ رہی تھی۔ راستے میں اسے جولیا اپنی کار میں جاتی ہوئی نظر آئی وہ اسے کراس کرتا ہوا آگے نکل گیا اور دور چلا گیا وہ اس سے پہلے روپابار میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ روپابار میں داخل ہو رہا تھا، اسنے ایک کونے میں رکھی ہوئی ایک الگ تھلگ میز سنبھالی اور میز پر پڑے ہوئے اخبار

کو اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیا اور دوسرے لمحے ویٹر اسکے سر پر سوار تھا۔

"کافی لاؤ۔"

بلیک زیرو نے اسے ہدایت کی اور وہ سر جھکا کر چلا گیا چند لمحے بعد کافی اسکے میز تک پہنچ چکی تھی۔

اسوقت جولیا بھی بار میں داخل ہوئی۔ ہال میں بیٹھے تقریبا تمام افراد کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں، ہال میں چونکہ زیادہ تعداد غنڈہ ٹائپ افرد کی تھی اس لیے اس نے بہت سے لوگوں کی نظروں میں بلیک زیرو نے ہوس کے سائے ناچتے دیکھے اور پھر برا سامنہ بنا کر کافی تیار کرنے لگا۔

جولیا ہال کے درمیان پڑی ہوئی ایک خالی میز پر بیٹھ چکی تھی ویٹر لپک کر اسکے پاس پہنچا۔ اس کے دانت باہر نکل رہے تھے۔

بلیک زیرو نے جیب سے چار نمبر ٹرانسمیٹر جو بالکل چھوٹے سائز میں تھا تقریبا ایک عام کیپسول سے چار گنا کم نکال کر کان کے اندر چپکا لیا۔

یہ ٹرانسمیٹر ملک کے مشہور سائنسدان مسٹر صدیقی کی ایجاد تھی جو حصوصا سیکرٹ سروس کے لیے ایجاد کیے گئے تھے۔ اس ٹرانسمیٹر کے اوپر ایسا سلوشن لگا دیا گیا جو جسم کے ساتھ چمٹ جاتا تھا۔ اسکو عمران کیفر مائش پر تیار کیا گیا تھا کیونکہ عام ٹرانسمیٹر کانوں میں نہیں لگایا جاسکتا تھا اور اس پر اگر کوئی کال آتی تو ایجنٹ کو اٹھ کر علیحدہ جانا پڑتا جس سے بعض اوقات اس پر شک کیا جاسکتا تھا۔

بلیک زیرو نے وہ ٹرانسمیٹر آن کر لیا۔ اس لیے اب وہ آرام سے بیٹھا جولیا کی گفتگو سن رہا تھا۔

"کافی لے آؤ۔" جولیا ویٹر کو کہ رہی تھی۔

"اوکے میڈم۔" ویٹر نے کہا اور تیزی سے کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جولیا کی میز پر کافی سروکی جا چکی تھی، جولیا نے آرام سے کافی بنائی اسکا ایک گھونٹ لیا اور پھر

یک لخت اسکا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اس نے کافی کی پیالی زور سے فرش پر دے ماری ایک دھماکہ ہوا اور ہال میں بیٹھے ہوئے سب لوگ چونک پڑے۔ ویٹر تیزی سے جولیا کی طرف آیا۔

"یہ کافی لائے ہو، یہ بار ہے یا گندگی کا گھر۔ جولیا کی آواز غص ئے سے پھٹ گئی۔

بلیک زیرو دھیرے دھیرے مسکرا رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ جولیا کیا چال چل رہی ہے۔

"کیا ہوا میڈم۔" ویٹر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارا سر، ایسی کافی تم لوگاں کو پلاتے ہو جس سے بدبو آرہی ہے۔ کہاں ہے تمہارا مالک؟ میں اس سے بات کروں گی کیا تم لوگ پیسے نہیں لیتے خدا کے نام پر کافی پلاتے ہو۔" جولیا غصے سے چیخ اٹھی۔

"میڈم میں اور کافی لا دیتا ہوں۔" ویٹڑر نے جولیا کے غصے سے اور زیادہ گھبراتے ہوئے کہا۔

ہال میں بیٹھے ہوئے بہت سے لوگ جولیا کے گرد اکٹھے ہونے لگے وہ سب ویٹر کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔

"نہیں کہاں ہے تمہارا مالک میں اس سے بات کروں گی۔" جولیا نے چیکتے ہوئے کہا۔

"مینجر کاؤنٹر سے نکل کر جولیا کے قریب آ گیا۔

"مادام! آپ تشریف رکھیں کافی اور آ جاتی ہے۔" اس نے اپنے لہجے کو نرم بناتے ہوئے کہا حالانکہ وہ چہرے سے انتہائی سخت گیر معلوم ہو رہا تھا۔

"کیا تم اس بار کے مالک ہو؟" جولیا نے غصے سے اس کی طرف گھوم کر کہا۔

"نہیں مادام اس بار کے مالک روپا ہیں۔" مینجر نے جواب دیا۔ اب اس کے لہجے میں ہلکی سی تلخی آ گئی تھی۔

"تو میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔" جولیا نے کہا۔

"باس بھی آپ سے ملنا ضرور پسند کریں گے کیوں کہ آپ جیسی تتلیاں اسے اچھی لگتی ہیں۔" مینجر نے زہر خند

لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ۔" جولیا چیخی اور اسکا ہاتھ گھوم گیا۔

مینجر کے چہرے پر زناٹے دار تھپڑ پڑا، لوگ سکتے میں آ گئے۔ مینجر کی آنکھوں میں سرخی آ گئی، اسنے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس سے پہلے کہ اسکا ہاتھ جیب سے باہر آتا، سیڑھیوں پر روپا نظر آیا۔

"کیا ہنگامہ ہو رہا ہے یہاں۔" روپا نے گرجدار آواز میں کہا۔

اس آواز کے سنتے ہی ہال میں افرا تفری مچ گئی۔ جولیا کے ارد گرد کھڑے غنڈے تیزی سے اپنی اپنی میزوں کی طرف چلے گئے۔

مینجر کا چہرہ گصے سے سرخ تھا مگر اس نے اپنے لہجے کو مؤدبانہ بناتے ہوئے روپا سے ساری تفصیل بیان کی۔

"تو تم ہو روپا، اس بار کے مالک۔" جولیا نے لاپرواہی سے روپا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" روپا نے آہستہ سے کہا۔

'تمہارے ہاں ایسی سڑی ہوئی گندی کافی لوگوں کو پلائی جاتی ہے۔" جولیا نے کافی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم میرے ساتھ دفتر چلو، وہیں آرام سے بات کریں گے۔"

روپا کی آنکھوں میں چمک آ گئی، وہ بہت غور سے جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

'کیوں یہاں بات کرنے میں کیا حرج ہے۔" جولیا نے پوچھا۔

"شائد تم ڈر رہی ہو مادام۔ میرے خیال میں یہاں کے ماحول سے میرے کمرے میں بیٹھ کر باتیں کرنا زیادہ بہتر ہے۔" روپا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے کیوں ڈروں گی کیا تم مجھے کھا جاؤ گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چلو

میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔" جولیانے کہااور وہ دونوں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلے گئے۔

بلیک زیرو اپنی میز پر بیٹھا اطمینان سے سب کچھ سن رہا تھا۔ اس نے ہنگامے میں کوئی دخل نہ دیا بلکہ خاموشی سے بیٹھا کافی پیتا رہا۔ انکے اوپر جانے کے بعد ہال میں جولیا کے متعلق چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں اور مینجر کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا اب بھی گال سہلا رہا تھا۔ شائد تھپڑ کافی زوردار پڑا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" زوپا کی آواز بلیک زیرو کے کانوں میں آئی۔

جولیا دھم سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

روپانے گھنٹی بجائی فورا ایک بیرا کمرے میں آیا۔

"بہترین کافی تیار کرا کے لاو۔" روپانے بیرے سے کہا۔ اور بیرہ ادب سے سر جھکا کر باہر نکل گیا۔

"میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہون۔" روپانے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے جولیا کہتے ہیں۔" جولیانے اصل نام بتا دیا۔

"جولیا۔" روپا چونک پڑا اور پھر بغور جولیا کو دیکھنے لگا۔

'تم چونکے کیوں؟" جولیانے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں کسی زمانے میں میری ایک دوست کا نام جولیا تھا۔" روپانے مبہم سا جواب دیا۔

اتنے میں بیرا کافی لے کر آگیا۔ روپانے کافی بنائی اور ایک پیالی اٹھا کر جولیا کے سامنے رکھ دی، جولیا روپا کو بغور دیکھ رہی تھی۔

اسکے چونکنے سے وہ کھٹک سی گئی تھی، کہ روپا اسکی اصلیئت پہچانتا ہے اس لیے اسے شک تھا کہ وہ کافی میں ضرور کوئی خواب آور دوا ملائے گا۔ لیکن اسکے بغور دیکھنے کے باوجود اسے ایسی کوئی حرکت نظر نہ آئی، چنانچہ وہ کافی کی طرف سے مطمئن ہو گئی۔

"ہاں تو مس جولیا آپکا پورا نام کیا ہے؟" روپانے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"جولیانا ٹنر واٹر۔" جولیانے اطمینان سے جواب دے کر کافی کا ایک لمبا گھونٹ لیا۔

"کیا تم عمران کی ساتھی ہو؟" اچانک روپانے پوچھا۔

اور کافی کی پیالی جولیا کے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچی، کیونکہ اسکے گمان میں بھی نہیں تھا کہ روپا عمران کے بارے میں یوں براہ راست سوال کرے گا۔

"تم عمران کو کیسے جانتے ہو؟" جولیانے حوس بجالاتے ہوئے روپا سے پوچھا۔

"عمران اور اسکے ساتھیوں کو میں نے گرفتار کر لیا ہے مس جولیا۔" اور روپا کے ہاتھوں میں ریوالور چمکنے لگا۔

"مجھے افسوس ہے مس جولیا کہ تم عمران وغیرہ کی ساتھی نکلیں ورنہ پہلے میرا خیال تھا کہ کچھ دن تمہارے جسم کے دل آویز خطوط سے حظ اٹھاتا۔ جولیا چونک کر کھڑی ہو گئی۔

"تو کیا تم مجھے گولی مار دوگے۔' جولیانے خوفزدہ ہونے کی ایکٹنگ کی۔

"نہیں پہلے یہ بتاؤ کہ تم خصوصا میرے کیفے میں کیوں آئی ہو اور پھر خاص طور پر جھگڑا کیا میرے خیال میں تم مجھ سے ملنا چاہتی تھیں اسکا مطلب تمہارا کوئی نہ کوئی ساتھی تمہاری نگرانی کر رہا ہو گا ویسے میں اسے چیک کر لوں گا۔"

یہ کہ کر اس نے ایک ہاتھ سے میز پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا چند لمحے بعد ایک غنڈہ ہاتھ میں مشین گن لیے کمرے کے اندر آ گیا۔

"مس جولیا بلاؤز سے اپنا ریوالور نکال کر میز پر رکھ دو ورنہ میرا یہ ساتھی تمہارے بلاؤز میں بھی ہاتھ ڈالنے سے گریز نہیں کرے گا۔' روپانے اطمینان سے کہا۔

"میرے پاس کوئی ریوالور نہیں ہے اور کیا تم مجھے اسلیے یہاں لائے تھے، دوسرا عمران سے میری صرف دوستی

ہے میں اسکے کسی جرم میں شریک نہیں ہوں۔" جولیا نے احتجاجاً کہا۔

"شٹ اپ شرافت سے ریوالور میز پر رکھ دو۔" روپا نے تلخ لہجے میں کہا۔

جولیا ایک لمحے کے لیے ہچکچائی لیکن پھر غنڈے کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اس نے بلاؤز سے ریوالور نکال کر میز پر رکھ دیا۔

"شکریہ۔" روپا نے تیکھے انداز میں کہا۔

"اب میں دیکھتا ہوں تمہارا ساتھی کون ہے۔" یہ کہہ کر اس نے میز پر لگے ہوئے بٹن کو دبایا۔

بلیک زیرو یہ سن کر فوراً میز سے اٹھا اس نے بل پہلے ہی ادا کر دیا تھا اور وہ تیز تیز چلتا ہوا کیفے سے باہر نکل آیا۔ اس نے کار سٹارٹ کی اور تھوڑی دور واقع ایک اور کیفے میں جا کر بیٹھ گیا۔

روپا کے بٹن دبانے کے چند لمحے بعد ایک بیرہ پھرتی سے کمرے میں داخل ہوا۔

"یس سر۔"

"مینجر کو بلاؤ۔"

"اوکے باس۔" بیرہ واپس چلا گیا۔

چند لمحے بعد کاؤنٹر مین جس کو جالیا نے تھپڑ پڑا تھا اندر داخل ہوا اندر کی سیچوئیشن دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹھکا۔

"دیکھو ٹولی وین کا انتظام کرو مس صاحبہ کو نمبر 16 لے جانا ہے۔"

"اوکے باس۔" ٹونی بھرپور نظرون سے دیکھتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"تم اسکا خیال رکھو میں اسکے ساتھی کا پتہ کرتا ہوں۔" روپا نے غنڈے کہا اور خود باہر نکل آیا۔ وہ سیڑھیاں اتر کر ہال میں داخل ہوا اور پھر اسنے گہری نظرون سے ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا لیکن اسے وہاں کوئی بھی

مشکوک نظر نہ آیا۔

بلیک زیرو وین کا لفظ سن کر کیفے سے باہر نکل آیا اور ٹہلتے ٹہلتے روپا بار کی پچھلی گلی میں آگیا، اسے معلوم تھا کہ روپا کا ایک دروازہ پچھلی گلی میں واقع ہے۔ اس لیے اسے امید تھی کہ وین اس گلی میں کھڑی ہو گی اور واقعی ایک سیاہ رنگ کی وین وہاں کھڑی تھی۔ وہ محتاط انداز میں چلتا ہوا وین کے قریب ایا وین میں کوئی آدمی نہیں تھا شائد ڈرائیور کو اطلاع کرنے گیا تھا۔ اس نے جلدی سے چھوٹا سا ڈبہ نکالا اس کے ساتھ ایک سلوشن ٹیپ لگا ہوا تھا۔ اس نے پھرتی سے وین کے پچھلے نمبر کے نیچے اس ڈبے کے ٹیپ کو چپکا دیا اور پھر خود مطمئن انداز میں چلتا ہوا گلی پار کر گیا۔ یہ تعاقب کرنے کا محفوظ ترین انداز تھا اور یہ عمران کی محصوص ایجاد تھی۔ اس ڈبے میں ایک محصوص بے رنگ سیال تھا جو کار چلنے کے ساتھ ساتھ دھیرے دھیرے سڑک پر گرتا چلا جاتا۔ اسے ہر شخص نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک محصوص قسم کی عینک پہننے پر یہ سڑک پر دور سے چمکتا تھا اور تعاقب کنندہ وہ عینک پہن کر بڑے آرام سے اس سیال کو دیکھتا ہوا تعاقب کرتا رہتا۔ یہ انتظام کر کے بلیک زیرو دوبارہ کیفے میں اکر بیٹھ گیا۔

اس دوران میں اس نے سنا کہ جولیا کو پستول کا دستمار کر بے ہوش کر دیا گیا اور روپا سے وین میں ڈالنے کے احکام دے رہا تھا۔ جولیا کو وین میں لاد دیا گیا۔ اور پھر وین چل پڑی۔ روپا نے ڈرائیور کو تعاقب کا خاص خیال کرنے کی ہدایت کی اور وین چل پڑی۔ بلیک زیرو بڑے اطمینان سے کیفے میں بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ کافی دیر بعد وہ اٹھا اس نے بل ادا کیا اور کار لے کر وین کے پیچھے چل پڑاا، اس نے وہ عینک پہن رکھی تھی اور سڑک پر چمکتا ہوا سیال اسے بخوبی نظر آرہا تھا۔

ایک بڑے ہال میں عمران، کیپٹن شکیل، جوزف، صدیقی، جولیا، صفدر اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کرسیوں پر بندھے بیٹھے تھے۔ یہ مجرموں کا مقامی ہیڈ کوارٹر تھا۔ چار غنڈے ہاتھوں میں مشین گنیں لیے ہال کے چوروں

کونوں میں کھڑے تھے اور ہال میں تین نقاب پوش بھی موجود تھے تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک نے کہا۔

"باس ابھی تک نہیں آیا۔"

"اس نے کہا تو ہے کہ وہ آرہا ہے دیکھو کب پہنچتا ہے۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"بھائی صاحب پانی تو پلا دو۔" کافی دیر کی خاموشی سے عمران کی زبان کھجلانے لگی تھی۔

"باس کے آنے پر سب کچھ ملے گا ابھی خاموش رہو۔" ایک نقاب پوش نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تمہارا باس بہشتی کا کام کرتا ہے۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن وہ شخص بہشتی کا مطلب نہ سمجھ سکا۔

"بہشتی کیا؟" اس نے ازراہ تجسس پوچھ لیا۔

"بہشتی ہمارے ہاں ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو بہت سخی ہو۔"

خاموش رہو کیونکہ باس آرہا ہے۔" نقاب پوش نے جلدی سے کہا۔ کیوں کہ ہال میں لگا ہوا سرخ بلب جلنے لگا تھا۔

"تو کیا میں تمہارے باس سے ڈرتا ہوں۔" عمران نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"شٹ اپ۔" نقاب پوش غصے سے چیخ پڑا۔

"بری بات چیخنے سے انسان کو سرطان ہو جاتا ہے۔" عمران نے اسی لہجے میں کہا۔

اس سے پہلے لہ نقاب پوش کوئی جواب دیتا دروازہ کھلا اور ایک دبلا پتلا طویل نقاب پوش اندر داخل ہوا۔ سب نقاب پوش اسے دیکھتے ہی ادب سے کھڑے ہوئے۔ عمران نے بھی اٹھنے کی کوشش کی مگر اس کوشش میں وہ کرسی سمیت فرش پر لڑھک گیا۔

باس کے اشارے پر ایک غنڈے نے اسے پکڑ کر سیدھا کیا۔

شکریہ بھائی صاحب۔" عمران یوں ہانپنے لگا جیسے میلوں چل کے آیا ہو۔ اسکے چہرے پر حماقتیں بھرپور انداز

میں جلوہ دکھارہی تھیں۔ باس ایک کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔

"عمران کون ہے؟" اسکی گھمبیر آواز ہال میں گونجی۔

"یہ۔" ایک نقاب پوش نے عمران کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے سر ہلا دیا۔

"باقی کون ہیں؟" اس نے دوبارہ پوچھا۔

"میرے باراتی ہیں حضور۔" عمران کا لہجہ انتہائی فدویانہ تھا۔

"شٹ اپ۔" باس نے ڈانٹا اور عمران یوں ڈر کر سمٹ گیا جیسے اسکا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

"یہ اسکے ساتھی ہیں۔" ایک نقاب پوش نے جولیا، جوزف، صدیقی اور کیپٹن شکیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر صفدر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ اسپیشل برانچ کا جاسوس ہے اور پھر فیاض کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ یہاں کی مقامی سی آئی ڈی کا سپرنٹنڈنٹ ہے۔

"ٹھیک ہے۔" باس نے سر ہلا دیا وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔

"نمبر سیکسٹین کہاں ہے۔" اس نے ایک نقاب پوش سے پوچھا۔

"بلیک روم میں سر۔" نقاب پوش نے مؤدبانہ جواب دیا۔

"اسے بلاؤ۔"

اور ایک نقاب پوش کے اشارے پر دروازے کے پاس کھڑا ہوا غنڈہ باہر چلا گیا۔ چند لمحے بعد ایک نقاب پوش اندر داخل ہوا۔

"سامان تیار ہے؟" باس نے اس سے پوچھا۔

"یس سر۔" نمبر سکسٹین نے سر جھکا کہا۔

"لے آؤ۔" باس نے کہا۔

عمران سوچ رہا تھا کہ کونسا سامان ہو گا شائد یہ لوگ یہاں سے بھاگنا چاہتے ہیں۔

چند لمحے بعد اس نے منہ بنایا کیونکہ وہ نقاب پوش اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں الیکٹرک کادیہ اٹھایا ہوا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ اذیت کے سامان کے متعلق پوچھ رہا۔ کادیہ ایک چھوٹا اوزار ہوتا ہے جس سے الیکٹرک وائروں میں جوڑ لگائے جاتے ہیں۔ یعنی اب اس کادیہ سے ان میں سے کسی کے جسم کو جلایا جائے گا۔

"عمران کو آگے لے آؤ۔" باس نے حکم دیا۔

اور وہ نقاب پوش عمران کو کرسی سمیت اٹھا ہال کے ایک ستون کے پاس لا کر رکھ دیا باس اس ستون کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

"اس کی قمیص پھاڑ ڈالو۔" اور ایک غنڈے نے اسکی قمیص پھاڑ ڈالی۔

"ارے ارے ظالمو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اتنی قیمتی قمیص کا ستیاناس کر دیا۔" عمران نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں نئی مل جائے گی۔" باس نے اطمینان سے کہا۔

"اچھا پھر ٹھیک ہے۔" عمران جیسے مطمئن ہو گیا۔

"لگاؤ۔" باس نے آہستہ سے کہا۔

اور ان میں سے ایک نقاب پوش نے کادیہ کا سوئچ پلگ میں لگایا اور ایک منٹ میں جب کادیہ سرخ ہو گیا تو اس نے اسے عمران کے بازو کی طرف بڑھایا۔

بلیک زیرو سیال کی مدد سے تعاقب کرتا ہوا دارالحکومت آ پہنچا۔ تعاقب کنگسلین کی ایک وسیع کوٹھی پر آ کر ختم ہو گیا۔ کوٹھی پر کوئی نمبر پلیٹ موجود نہ تھی اور کوٹھی کا گیٹ بھی بند تھا۔ اس نے کافی آگے جا کر ایک چھوٹی سی گلی مین اپنی کار روکی۔ اور خود اتر کر کوٹھی کی پچھلی طرف آ گیا، اندھیرہ کافی بڑھ گیا تھا۔ اس لئے دیکھ لیے

جانے کے امکانات کم تھے۔

کادیہ عمران کے بازو سے چمٹ گیا، گوشت کے سڑنے کی سڑاند ہال میں پھیل گئی۔ جولیا نے آنکھیں بند کر لین لیکن عمران کے چہرے پر ایک شکن بھی نہ آئی اب اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی طاری تھی۔ کیپٹن شکیل سوچ رہا تھا کہ یہاں سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے کوئی ترکیب اسکی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"آخر تم یہ تشدد کیوں کر رہے ہو۔" عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تاکہ تم بتا سکو کہ اکسٹو کون ہے۔" باس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"میں نے بتایا تو ہے کہ ایکسٹو میرے پالتو طوطے کا نام ہے۔"

"تم فکر نہ کرو ابھی یہ طوطا انسان میں بدل جائے گا۔"

"اچھا تو اسکا مطلب ہے کہ یہ کادیہ جادو کا ہے۔"

"ہاں۔" اور پھر اسکے اشارے سے نقاب پوش نے کادیہ دوبارہ عمران کے بازو پر لگا دیا۔ عمران کے بازو کی چربی نظر آنے لگی۔

عمران کی آنکھوں میں وحشت کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔

کیپٹن شکیل نے آخر ایک ترکیب سوچ ہی لی۔ بازو کی رسیاں کھولنا تو اسکے لیے کوئی مشکل نہ تھا اس سلسلے میں تو اسکے ہاتھ کا مخصوص کنگن کافی تھا۔ لیکن اسل مصئلہ ہال کی سچویشن پر قابو پانا تھا۔ آخر اس سے عمران کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی۔ اس نے کچھ نہ کچھ کرنے پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کر لیا اور چند لمحوں بعد اسکے ہاتھ رسیوں سے آزاد ہو چکے تھے۔ عمران اب بالکل خاموش تھا اسکے دونوں بازوؤں پر کافی زخم آ چکے

تھے لیکن اسکے منہ سے ایک سسکی بھی نہ نکلی۔

اس نے آزاد ہوتے ہی ادھر ادھر نظر ڈالی، شکر یہ تھا کہ سب لوگوں کی توجہ عمران کی طرف تھی۔اسکی کرسی ایک کونے مین تھی۔اوراس سے چند قدموں پر ایک غنڈہ ہوتھوں میں مشین گن لیے کھڑا تھا۔اس نے سوچا اگر میں اس مشین گن پر قابو پالوں تو شائد کوئی بات بن جائے۔غنڈہ بھی عمران کی طرف متوجہ تھا۔اس نے پیچھے بیٹھے جمپ لگائیاور دوسرے لمحے مشین گن اس کے ہاتھوں میں تھی اوراسکی ہتھیلی کی ضرب غنڈے کی گردن توڑ چکی تھی۔ تمام لوگ چونک پڑے۔ایک لمحے کے لیے سچوئشن کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔اسی لمحے مشین گن چلی اور باقی تینوں غنڈے مشین گن سمیت فرش پر ڈھیر ہو چکے تھے۔لیکن دوسرے لمحے تمام نقابؓ پوشوں کے ہاتھوں میں ریوالور چمکے، باس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن کیپٹن شکیل کی گن کارخ اسکی طرف ہوا لیکن ایک نقاب پوش کے ریوالور سے گولی نکلی اور مشین گن کیپٹن شکیل کے ہاتھوں سے گر گئی۔ گولی اسکے ہاتھ پر پڑی تھی۔لیکن اس سے پہلے کہ دوسری گولی کیپٹن شکیل کے جسم میں راہ ڈھونڈتی روشندان سے ایک فائر ہوااور ہال میں جلنے والی ایک الیکٹرک ٹیوب بجھ گئی۔یہ فائر یقینا بلیک زیرو نے کیا تھا۔کیپٹن شکیل نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور اندازے کے مطابق وہاں جا گرا جہاں انکا باس کھڑا تھا لیکن اندھیرے میں وہ اس ستون سے جاٹکرایا جسکے ساتھ کا دیہ لگا ہوا تھا وہ پھرتی سے اٹھا لیکن پھر وہ عمران کی کرسی سے جاٹکرایا اس نے کنگن استعمال کیا اور پھر عمران بھی رسیوں سے آزاد تھا۔عمران پھرتی سے زمین پر رینگ گیا۔ہال میں گولیں چل رہی تھیں اچانک ایک چیخ ابھری یہ چیخ جوزف کی تھی شائد اسے گولی لگ رہی تھی۔اور کیپٹن شکیل نے فائر سے ہونے والی روشنی میں چھلانگ لگائی اور اب کی بار یقینا اسکا ہاتھ یقینا نقاب پوش تک گیا تھا۔اس کا ہاتھ مخصوص انداز میں چلا اور اس نقاب پوش کی چیخ فضا میں گونج اٹھی کنگن کے مخصوص استعمال سے اسکی گردن کٹ گئی تھی۔ہال میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔عمران کونے میں پڑی

ہوئی مشین گن کی طرف لپکا تھا لیکن ابھی مشین گن سے دور ہی تھا کہ کوئی اس پر آپڑا۔عمران نے پھرتی سے ٹانگیں چلائیں لیکن مقابلے میں جو شخص تھا وہ تقریبا اس سے چمٹ چکا تھا وہ بھی کافی طاقتور معلوم ہو رہا تھا اتنے میں اس کے ہاتھ میں اسکا بازو آگیا اس نے جھٹکے سے اسکا بازو مروڑ دیا۔لیکن پھر اسکی گردن پر زوردار ہاتھ لگا۔اسکی گردن پر لمبی خراش آگئیا گر اتفاق سے اس کی گردن ایک طرف نہ جھک گئی ہوتی تو یقینا کاری زخم آتا۔اس کے ذہن میں کوندا سا لپکا۔کہ کہیں یہ کیپٹن شکیل نہ ہو۔

"شکیل۔" اسکے منہ سے نکلا۔اور دوسرے لمحے مقابل ایک طرف ہو گیا۔

"عمران صاحب۔" وہ واقعی کیپٹن شکیل تھا۔عمران اسکے خونی کنگن سے بال بال بچا تھا۔

"لاحول ولا قوہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم نے تو مار دیا تھا۔" عمران نے گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

گردن سے خون رس رہا تھا کیونکہ اسکی چپچپاہٹ عمران کو اپنے ہاتھوں پر محسوس ہویی۔ہال میں اب سکون تھا شائد نقاب پوش ہال سے نکلنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

اتنے میں یہں روشندان سے ٹارچ کی روشنی اندر آئی۔

"عمران جلدی سے اپنے ساتھیوں کو رہا کرو، مجرم نکل گئے ہیں۔" آواز ایکسٹو کی تھی۔

جولیا نے جو کرسی سمیت فرش پر پڑی تھی اطمینان کی سانس لی۔ہال واقعی نقاب پوشوں سے خالی تھا۔

"ٹارچ ادھر ادھر ڈالیے شائد کوئی دوسری ٹیوب موجود ہو۔" عمران نے ہانک لگائی۔

اور پھر ٹارچ کی روشنی میں اسے ایک ٹیوب نظر آگئی اس نے پھرتی سے بورڈ کے بٹن دبانے شروع کر دئے۔ایک بٹن کے دبنے سے ہی ہال روشنی سے جگمگا اٹھا۔عمران اور کیپٹن شکیل نے پھرتی سے سب کی

رسیاں کھول دیں۔ جوزف کا بازو زخمی تھا۔ اتنے میں بلیک زیرو روشندان توڑ چکا تھا اور دوسرے لمحے اس نے ہال میں چھلانگ؛ گادی وہ پیروں کے بل فرش پر آ گرا۔

"عمران اور کیپٹن شکیل کے علاوہ باقی سب لوگ چلے جائیں، عمران تم کام کر سکتے ہو؟" بلیک زیرو کی نظر عمران کے بازوؤں پر پڑی جو زخموں سے پر تھے۔

"بالکل۔" عمران نے کہا۔

"تو چلو میرے ساتھ۔"

اور پھر عمران، کیپٹن شکیل اور بلیک زیرو۔۔۔۔۔۔۔ہال سے باہر نکل آئے ساری کوٹھی خالی تھی۔ وہ تینوں بھاگتے ہوئے پھاٹک پر پہنچے بلیک زیرو نے دیکھا کہ سیاہ وین بھی غائب تھی۔ پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ وہ تینوں دوڑتے ہوئے سڑک پر آئے۔

"طوطے اڑ گئے باس۔" عمران نے بلیک زیرو کو مخاطب ہو کر کہا۔ کیونکہ سڑک بالکل صاف تھی۔

"نہیں تم چلو۔" اور پھر وہ بلیک زیرو کے پیچھے بھاگنے لگے۔ گلی میں اسکی کار کھڑی تھی۔

"لیکن" عمران نے کچھ کہنا چاہا۔

"شٹ اپ جلدی کرو وقت کم ہے۔" ایکسٹو نے سخت لہجے میں کہا اور عمران سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا کار میں بیٹھ گیا۔ بلیک زیرو نے نقاب اتار دیا۔ کیپٹن شکیل نے جلدی سے اسکے چہرے پر نظر ڈالنی چاہی۔

"میں میک اپ میں ہوں شکیل۔ بلیک زیرو کیپٹن شکیل کا ارادہ بھانپ چکا تھا۔ کیپٹن شکیل جھینپ کر رہ گیا۔ کار میں چونکہ اندھیرا تھا اسلیے کیپٹن شکیل اسے اچھی طرح نہ دیکھ سکا پھر دوسرے لمحے بلیک زیرو نے وہ

مخصوص عینک پہچان لی اسے دیکھ کر عمران نے اطمینان کی سانس لی اب وہ سمجھ گیا تھا کہ مجرم کہیں نہیں جا سکتے تھے۔ ان کی کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی بھاگی جا رہی تھی۔ کیپٹن شکیل حیران تھا کہ باس کہاں جا رہا ہے۔ جبکہ مجرموں کی کار بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ ابھی تک تعاقب کے اس طریقے سے ناواقف تھا اس لیے اسکی حیرت بجا تھی۔ کار دوڑتی رہی اور پھر اسکا رخ ساحل سمندر کی طرف ہو گیا۔ عمران سمجھ گیا کہ مجرم سمندر کی جانب بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد انکی کار سمندر سے کافی دور ایک گودی کی طرف مڑ گئی۔ جب وہ ایک موڑ مڑ کر آگے بڑھے تو سمندر کے کنارے مجرموں کی وین نظر آئی مجرم ایک لانچ پر چڑھ رہے تھے۔ جب تک انکی کار ساحل کے قریب پہنچی مجرموں کی لانچ سمندر میں کافی دور جا چکی تھی۔ بلیک زیرو و عمران کیپٹن شکیل پھرتی سے کار سے نکلے۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا کوئی لانچ یا کشتی نظر نہیں آئی۔

کیپٹن شکیل مایوسی سے ہاتھ ملنے لگا لیکن بلیک زیرو نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکال لیا وہ اس پر کسی کو کال کر رہا تھا۔

"ہیلو نیول ہیڈ کوارٹر، ہیلو نیول ہیڈ کوارٹر۔" وہ تیزی سے بول رہا تھا، عمران بڑے اطمینان سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ زخموں کی وجہ سے اس کی تکلیف کافی بڑھ گئی تھی۔ دوسرے سمندر کی ہوا نے جیسے اسکے زخموں پر نمک چھڑک دیا تھا۔

"یس نیول ہیڈ کوارٹر سپیکنگ۔" ٹرانسمیٹر سے دوسری آواز ابھری۔

"ایکسٹو سپیکنگ۔ اوور۔"

"کوڈ نمبر۔" دوسری طرف سے شائد آپریٹر تھا۔

"نمبر سکس سیون سکس ایکسٹو، جلدی سے نیول کمانڈر سے رابطہ کرواؤ۔"

'اوکے سر۔" آپریٹر کی آواز آئی۔

چند لمحوں بعد نیول کمانڈر لطیف الرحمن کی آواز ٹرانسمیٹر پر ابھری۔

"یس، نیول کمانڈر لطیف الرحمن سپیکنگ۔"

"دیکھیے ایک لانچ مجرموں سمیتگودی نمبر 5 سے کسی کی طرف گئی ہے اپنی تمام چاکیوں کو اطلاع کردو اور ایک تیز رفتار لانچ گودی نمبر 5 پر فوراً بجھوادو۔۔۔ جلدی" بلیک زیرو نے حکم دیا اور کیپٹن شکیل ایکسٹو کے اختیارات پر ششدر رہ گیا۔

"اوکے سر۔"

"اوور اینڈ آل۔" بلیک زیرو نے یہ کہہ کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور پھر اسے جیب میں ڈال دیا اور پھر کیپٹن شکیل کو حکم دیا کہ کار کی ڈکی میں سے تین مشین گنیں اور پچیس کے قریب ٹائم بم نکال لائے۔ کیپٹن شکیل تیزی سے کار کی طرف بڑھ گیا۔ کوئی پندرہ منٹ بعد ایک لانچ تیزی سے انکی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ وہ لانچ ان کے پاس آکر رکی وہ تینوں پھرتی سے اس پر سوار ہو گئے۔

"ڈرائیور تم یہیں رہو" یہ کہ کر بلیک زیرو نے لانچ جلادی۔ لانچ واقعی تیز رفتار تھی، اور بلیک زیرو اسے پوری سپیڈ سے چلا رہا اسکا رخ ادھر تھا جدھر مجرموں کی لانچ گئی تھی۔

##############

مجرموں کی لانچ پوری تیزی سے سمندر میں جا رہی تھی۔ اب اس پر چار آدمی تھے۔ اب انہوں نے نقاب اتار

دیے تھے۔ وہ چاروں کے چاروں غیر ملکی تھے۔ انکا باس دوربین لگائے پیچھے دیکھ رہا تھا۔

"مشرق کی طرف چلو۔" اس نے لانچ چلانے والے کو حکم دیا۔ اور لانچ کا رخ مشرق کی طرف ہو گیا۔

"باس مجھے حیرت ہے شکیل نے رسیوں سے ہاتھ کیسے آزاد کرا لیے" ان میں سے ایک آدمی نے باس کو مخاطب ہو کر کہا۔

"شٹ اپ، تم لوگوں کی بے وقوفی نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔"

"باس فکر کی کیا بات ہے فائل ہمارے پاس محفوظ ہے، ہم انکی پہنچ سے کافی دور نکل آئے ہیں۔" دراصل غلطی مجھ سے ہوئی ہے مجھے فوراً میجر آپریشن شروع کرا دینا چاہیے تھا، میں ایکسٹو کے چکر میں پڑ گیا۔" باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔۔

"باس میجر آپریشن تو اب بھی ہو سکتا ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"نہیں اب وہ پوری طرح چوکنے ہو گئے ہیں اور پھر اب ایکسٹو کی ٹیم بھی میدان میں آجائے گی۔ ہمیں چاہیے تھا کہ ایکسٹو کا پتہ چلانے کی بجائے ان لوگوں کو گولی مار دیتے۔۔۔۔۔۔۔ اکیلا ایکسٹو کیا کر سکتا تھا"

"باس ادھر ایک چوکی ہے۔" لانچ والے نے کہا۔

"چوکی سے کترا کر چلو۔" باس نے حکم دیا۔

اور لانچ کا رخ ذرا سا تبدیل ہو گیا لیکن پھر انہیں چوکی سے ایک لانچ اپنی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔

"خطرہ۔" باس نے کہا۔

اور اب پھر ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں نظر آرہی تھیں۔

"جتنا تیز چلا سکتے ہو چلاؤ۔" باس نے حکم دیا۔

اور لانچ جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔اب وہ پوری سپیڈ پر چل رہی تھی۔چوکی کی لانچ ان سے کافی پیچھے رہ گئی تھی۔شائد وہ اتنی تیز رفتار نہ تھی۔

"اور تیز چلاؤ۔" باس نے چیختے ہوئے کہا۔

"باس لانچ آخری سپیڈ پر چل رہی ہے۔"لانچ چلانے والے نے کہا۔

پھر ان کی لانچ کی رفتار یکدم آہستہ ہو گئی۔

"کیا ہو گیا۔" باس غصے سے چیخا۔

"سر پٹرول ختم ہو گیا۔لانچ چلانے والے نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"کیا؟؟؟" باس کے ساتھ ساتھ سبھی چونک پڑے۔

اور پھر باس کی مشین گن سے ایک شعلہ نکلا اور لانچ چلانے والا ایک زوردار چیخ سے اچھلا اور سمندر میں جا گرا۔

"گدھا۔" باس نے کہا۔

"اب کیا کریں باس۔تعاقب کرنے والی لانچ جلد ہی ہمیں پکڑ لے گی۔"

جلدی سے غوطہ خوری کا لباس پہن لو یہاں سے منزل زیادہ دور نہیں ہے

اور پھر چند ہی منٹ بعد وہ چاروں غوطہ خوری کا لباس پہن کر سمندر میں کود گئے۔لانچ سمندر کے سینے پر ڈول

رہی تھی۔اسکا انجن بند ہو چکا تھا۔

############

عمران وغیرہ کی لانچ تیزی سے دوڑ رہی تھی۔انکا رخ اس چوکی کی طرف تھا جہاں سے انہیں اطلاع ملی تھی کہ ایک لانچ دیکھی گئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں ایک لانچ دوڑتی ہوئی نظر آئی لیکن اسکا رنگ بتا رہا تھا کہ وہ سرکاری لانچ ہے۔ تھوڑے سے وقفے کے بعد وہ لانچ کے قریب پہنچ گئے۔

"کدھر گئی ہے وہ لانچ؟"عمران نے چیخ کر کہا۔

بحری سپاہیوں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

اور انکی لانچ پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔کافی دور انہیں سمندر کے سینے پر ایک لانچ تیرتی ہوئی نظر آئی۔جب وہ اسکے قریب آئے تو وہ خالی تھی اسکا انجن بند تھا۔انکی لانچ اس لانچ کے قریب آ کر رک گئی۔عمران اور کیپٹن شکیلپھرتی سے لانچ پر چڑھ گئے۔

"سر اسکا پٹرول ختم ہو گیا ہے۔عمران نے بلیک زیرو کو بتایا۔

"ہوں تو مجرم کہاں گئے؟"بلیک زیرو نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔کیوں کہ دور تک سمندر سپاٹ تھا۔ساحل بھی وہاں سے کافی دور تھا اسلیے یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ مجرم تیر کر ساحل پر جا پہنچے ہوں۔

"باس یہاں ایک غوطہ خوری کا لباس پڑا ہوا ہے۔"اتنے میں کیپٹن شکیل کی آواز آئی،وہ کیبن کی تلاشی لے رہا تھا۔

"اب سمجھ میں آ گیا ہے مجرم غوطہ خعری کا لباس پہن کر سمندر میں اتر گئے ہیں۔"بلیک زیرو نے جواب دیا۔

اتنے میں سرکاری لانچ بھی ان کے قریب پہنچ چکی تھی۔

"تم لوگوں کے پاس غوطہ خوری کے لباس ہیں۔" عمران نے ان سے پوچھا۔

"یس سر۔" انکے آفیسروں نے جواب دیا۔

"تین لباس دے دو۔" اور تین لباس بمع آکسیجن کی بڑی ٹینکیوں کے انکے پاس پہنچ گئے۔ تینوں نے جلدی سے وہ لباس پہنے۔ پھر انہوں نے پانی میں چلنے والی مخصوص گنیں بھی لے لیں۔ اور انہیں وہیں ٹھہرنے کا حکم دے کر سمندر میں کود گئے۔ وہ کافی دیر تک سمندر میں تیرتے رہے۔ لیکن انہیں کوئی شخص نظر نہ آیا۔

"ادھر کوئی چیز ہے۔" بلیک زیرو اور عمران کے لباس میں لگے ہوئے ٹرانسمیٹر پر کیپٹن شکیل کی آواز ابھری۔ یہ مخصوص طرز کا ٹرانسمیٹر ہر غوطہ خور کے لباس میں لگا ہوتا ہے۔ تاکہ آپس میں آسانی سے بات چیت کر سکیں۔ اور ادھر دیکھنے میں انہیں ندھر کیپٹن شکیل نے اشارہ کیا تھا انہیں کافی دور سمندر کے اندر ایک دھبہ نظر آیا۔ اتنا بڑا گھانگا انہوں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ نزدیک آکر انکی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ کیونکہ جس کو وہ گھونگھ سمجھ رہے تھے وہ ایک بہت بڑی آبدوز تھی۔ جسکی شکل گھونگھ جیسی تھی۔ آبدوز پانی میں ساکن کھڑی تھی۔ وہ تیرتے ہوئے اس کے نزدیک آگئے لیکن آبدوز کا کوئی دروازہ نظر نہیں آرہا تھا۔ انہوں نے اسکے چاروں طرف چکر لگایا۔ لیکن بے سود ابھی وہ اسی الجھن مین تھے کہ کیا جائے۔ اچانک انہیں آبدوز کیطرف سے ایک دروازہ کھلتا نظر آیا۔ وہ تینوں آبدوز کی مختلف سائیڈوں کی آڑ میں ہو گئے۔ دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک غوطہ خور باہر نکلا۔ وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل اس غوطہ خور کے زیادہ نزدیک تھا۔ چناچہ وہ پھرتی سے آگے بڑھا اور پھر اس سے قبل کہ وہ غوطہ کور چونکتا، کیپٹن شکیل اس سے لپٹ گیا۔ اچانک دھکے سے اسکی گن اسکے ہاتھ سے چھوت گئی۔ اس کے ہاتھ مین گن نہ دیکھ کر کیپٹن شکیل نے اسے

چھوڑ دیا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا لیکن کیپٹن شکیل کی گن سے ایک شعلہ نکلا اور پھر وہ غوطہ خور تڑپنے لگا۔ چند لمحے بعد وہ غوطہ خور مردہ ہو کر سمندر کی طرف جانے لگا۔

دروازہ ابھی تک کھلا ہوا تھا۔ چناچہ وہ تینوں آہستہ سے اسکی طرف بڑھنے لگے۔ چند لمحوں بعد وہ تینوں آبدوز میں داخل ہو چکے تھے۔ عمران سب سے آخر میں تھا اسنے پلٹ کر آبدوز کا دروازہ بند کر دیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرا تھا۔

"میرے خیال میں غوطہ خوری کا لباس اتار دینا چاہیے تاکہ چلنے اور لڑنے میں آسانی رہے۔" عمران نے کہا۔

اور پھر بلیک زیرو کے سر ہلانے پر سب نے وہ لباس اتار دیے۔ بلیک زیرو آگے بڑھا اسنے سائڈ کا دروازہ کھولا تو ایک پستول کی نالی اسکے سینے پر لگ گئی۔

"سابولیٹ۔" پستول والے آدمی نے جلدی سے کہا۔

لیکن بلیک زیرو نہیں جانتا تھا کہ اسکے جواب میں کیا کہنا ہے چناچہ اسنے پھرتی سے پستول کی نالی پر ہاتھ ڈال دیا/ پستول فوراً اسکے قبضے میں آگیا۔ کیونکہ پستول والا بلیک زیرو کی شکل دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کون ہے؟ ریوالور پر سائلنسر لگا ہوا تھا۔ چناچہ بلیک زیرو نے فوراً لبلبی دبائی اور پھر پھرتی سے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک منت بعد وہ مردہ پڑا تھا۔ عمران اور کیپٹن شکیل بھی اندر آگئے انہوں نے اسکی لاش اسی چھوٹے کمرے میں ڈال دی۔ یہ ایک لمبی سی گیلری تھی، جسکے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے، انہوں نے نزدیکی کمرے کا دروازہ کھولا۔ یہ کمرہ شائد سٹور تھا کیونکہ اس مینمختلف قسم کا اسلحہ بھرا ہوا تھا۔ تینوں نے وہاں سے مشین گنیں اٹھالیں اور آگے بڑھے اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتے ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک شخص تیزی سے باہر آیا۔ بلیک زیرو کی مشین گن نے شعلے اگلے۔ مشین گن کی تڑتڑاہٹ میں اسکی چیخ

دب گئی۔ پھریوں محسوس ہوا جیسے آبدوز میں افراتفری مچ گئی ہو۔ وہ تینوں پھرتی سے اس کمرے میں گھس گئے جدھر سے وہ شخص باہر نکلا تھا۔ اندر تین غیر ملکی کھڑے تھے۔ عمران نے پہچان لیا ان میں سے ایک وہی باس تھا حالانکہ اسکے منہ پر نقاب نہ تھا مگر اسکے جسم کی بناوٹ سے وہ سمجھ گیا تھا۔ اپنی طرف تین مشین گنیں اٹھیں دیکھ کر تینوں نے ہاتھ اٹھائے اتنے میں گیلری میں بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔

"عمران تم دروازے کا خیال رکھو۔" بلیک زیرو نے مخصوص آواز میں کہا۔

اس سے ان کی توجہ ذرا ہٹی کہ اچانک انکے باس نے نزدیکی میز پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔

کیپٹن شکیل کی مشین گن گونجی دو نقاب پوش تو وہیں ٹھر گئے لیکن جس جگہ انکا باس کھڑا تھا وہ جگہ نیچے چلی گئی تھی۔ باس نیچے غائب ہو چکا تھا۔ فرش مل چکا تھا۔ اتنے میں دروازہ کھلا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور عمران کی گن چل پڑی۔ دروازے پر تین آدمی تڑپ رہے تھے۔

"باہر نکلو۔" بلیک زیرو چیخا۔ اور وہ تینوں گیلری میں آ گئے۔

" گیلری کالی تھی۔ انہوں نے پھرتی سے باقی کمرے بھی دیکھ ڈالے لیکن سب خالی تھے۔ گیلری کی دوسری سائڈ پر ایک دروازہ بنا ہوا تھا۔ وہ تینوں اسمیں داخل ہو گئے۔ یہاں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے چلے گئے۔ وہ انجن روم میں پہنچ چکے تھے۔ انجن روم بھی انہیں خالی ملا شائد آبدوز میں اتنی نفری نہ تھی۔ اور وہ آدمی جو گیلری میں مارے گئے تھے انجن روم میں کام کرتے تھے۔ وہ سب دیوانہ وار مجرموں کے سربراہ کو ڈھونڈ رہے تھے۔ انجن روم کی سائڈ میں ایک کمرہ تھا۔ جب وہ اسمیں داخل ہوئے تو اسکا دروازہ انہیں کھلا ملا لیکن حیرت یہ تھی کہ دروازہ کھلا ہونے کے باوجود پانی اندر نہیں آ رہا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ سب تور خشم شعاعوں کا کرشمہ تھا۔ یہ شعاعیں ابھی حال کی ہی ایجاد تھیں۔ ان شعاعوں کو پیدا کرنے والا

آلہ دروازے پر لگا دیا جاتا تھا جب دروازہ کھلتا تو ان شعاعوں کی وجہ سے کمرے میں ہوا کا دباؤ بڑھ جاتا اور اس دباؤ کی وجہ سے پانی کمرے میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ جس دروازے سے وہ داخل ہوئے تھے شائد اس میں بھی یہی سسٹم لگا ہوا تھا۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے دروازہ بند کیا۔ مجرم آبدوز سے فرار ہو گیا تھا۔ وہ دوبارہ انجن روم میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کی نظر مشین میں لگے ہوئے بلب پڑی وہ تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔

"فوراً واپس چلو، چند لمحے بعد آبدوز پھٹ جائے گی۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"تو کیا ہم اس مشین کو توڑ کر آبدوز کو نہیں بچا سکتے۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہرگز نہیں اب وقت گزر چکا ہے۔" عمران نے کہا۔

پھر وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گیلری میں آئے۔ گیلری سے ہوتے ہوئے وہ اس کمرے میں پہنچے انہوں نے تیزی سے غوطہ خوری کے لباس پہنے۔ اور پھر دروازہ کھولکر آبدوز سے باہر سمندر میں آ گئے۔ وہ تینوں تیزی سے تیر رہے تھے۔ وہ آبدوز سے زیادہ سے زیادہ دور ہو جانا چاہتے تھے۔ جب وہ کافی دور آ گئے تو سمندر سے ایک شعلہ سا لپکا بے پناہ لہریں پیدا ہوئیں اور اس گھونگھ نما آبدوز کے ٹکڑے ار گئے۔ اب وہ سطح کے قریب پہنچ چکے تھے۔ لہروں نے چند منٹ کے لیے انہیں سمندر میں خوب اچھالا لیکن پھر وہ سطح سمندر میں پہنچ گئے۔

جیسے ہی وہ سطح سمندر پر پہنچے انہیں کچھ دور بہت سی لانچیں نظر آئیں وہ تیزی سے ان لانچوں کی طرف بڑھے، یہ لانچیں تعداد میں چار تھیں جب وہ ان لانچوں کے نزدیک پہنچے تو انہیں نیول کمانڈر لطیف الرحمن ایک لانچ میں کھڑا نظر آیا۔ وہ دوسری لانچ پر چڑھ گئے۔ وہ سیدھے کیبن میں گئے تاکہ غوطہ خوری کے لباس سے اتار سکیں۔ انہوں نے لباس اتارا۔ بلیک زیرو نے دوبارہ نقاب منہ پر لگا لیا تھا۔ وہ نیول کمانڈ کے سامنے بغیر

نقاب کے نہیں آنا چاہتا تھا۔ وہ باہر نکلے۔ نیول کمانڈ اتنے میں ان کی لانچ پر آ چکا تھا۔ وہ سیدھا بلیک زیرو کی طرف بڑھا کیونکہ وہ نقاب کی وجہ سے سمجھ گیا کہ یہی ایکسٹو ہو گا۔

"کوئی اور غوطہ خور تو ادھر نہیں آیا؟" بلیک زیرو نے فوراً پوچھا۔

"نہیں سر۔" ہوں تو ٹرانسمیٹر پر ایک ہیلی کاپٹر منگواؤ مجرم غوطہ خوری کا لباس پہن کر فرار ہو گیا ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں ضرور ابھرے گا۔"

یہ سمندر میں کیا دھماکہ ہوا تھا جناب۔" نیول کمانڈ نے پوچھا۔

"مجرموں کی آبدوز تباہ ہوئی تھی۔"

"آبدوز۔" نیول کمانڈر کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

"مسٹر کمانڈر تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ فوراً ہیلی کاپٹر منگواؤ۔"

اور نیول کمانڈر فوراً اپنی لانچ کی طرف دوڑ گیا۔ شائد اسکی مخصوص لانچ میں ٹرانسمیٹر فٹ تھا۔ پندرہ منٹ بعد ایک ہیلی کاپٹر ان کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے سیڑھی نیچے لٹکائی گئی اور پھر باری باری عمران کیپٹن شکیل اور بلیک زیرو ہیلی کاپٹر پر چڑھ گئے۔ عمران نے بلیک زیرو سے دوربین لے لی۔ اور نیچے سمندر کی طرف بغور دیکھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر سمندر کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ پھر دور انہیں ایک لانچ سمندر کے سینے پر تیرتی ہوئی نظر آئی۔ وہ ہیلی کاپٹر اس لانچ کی طرف بڑھ گیا۔ جب وہ اس لانچ کے قریب پہنچے تو انہیں ایک آدمی مشین گن لیے کھڑا نظر آیا۔

"ہوشیار۔" عمران نے ہانک لگائی۔ اور ہیلی کاپٹر ذرا بلندی پر ہو گیا۔

"بم مار کر لانچ کو تباہ کر دو۔" بلیک زیرو نے کیپٹن شکیل کو حکم دیا۔ اور کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کے ڈیش بورڈ میں پڑا ہوا ایک دستی بم نکالا اسکا کلپ کھینچ کر لیور کو انگوٹھے سے دبا دیا۔ ہیلی کاپٹر دوبارہ لانچ کے اوپر پہنچ رہا تھا۔ لیکن لانچ پر ابھی تک مجرم مشین گن سیدھی کیے ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر لانچ کے اوپر پہنچا کیپٹن شکیل نے جھک کر بم پھینک دیا۔ اس سے پہلے کہ اسکا جسم دوبارہ ہیلی کاپٹر کے اندر ہوتا مشین گن کی گولیوں کی بوچھاڑ ہیلی کاپٹر کو لگی۔ ایک گولی کیپٹن شکیل کے بازو میں گھس گئی اور کیپٹن شکیل اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا چنانچہ وہ الٹ کر ہیلی کاپٹر سے باہر آ گیا۔ اور پھر اسکا جسم تیزی سے سمندر کی طرف بھاگنے لگا۔ مجرم کا نشانہ بے حد ٹھیک رہا۔ گولیاں ہیلی کاپٹر کی مشین میں لگ چکی تھیں، اور ہیلی کاپٹر ڈوبنے لگا۔ کیپٹن شکیل کا پھینکا ہوا بم بھی لانچ ڈرائیور کے عین سر پر پھٹا اور پھر لانچ کے ٹکڑے سمندر میں بکھر گئے۔

"نیچے کود و۔" بلیک زیرو نے تیزی سے کہا۔

اور پھر دوسرے لمحے عمران اور بلیک زیرو سمندر میں کود گئے۔ اس سے پہلے کہ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ نیچے کودتا ہیلی کاپٹر ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور پھر دونوں کے ٹکڑے ہوا میں بکھر گئے۔ کیپٹن شکیل دوبارہ سمندر کی سطح پر پہنچ چکا تھا۔ اسکے بازو سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ اس نے اپنے سے تھوڑی دور مجرم کو بھی پانی میں تیرتے ہوئے پایا۔ وہ زخم کی پرواہ کیے بغیر اسکی طرف لپکا اور اپنی بے پناہ قوت کے باعث وہ جلد ہی مجرم تک پہنچ گیا۔ بلیک زیرو اور عمران بھی سطح سمندر پر ابھر آئے تھے اور پھر وہ دونوں تیزی سے ان دونوں کی طرف تیرنے لگے۔ لیکن عمران بازو کی تکلیف کی وجہ سے زیادہ تیز نہیں تیر سکتا تھا۔ چنانچہ بلیک زیرو اس سے آگے نکل گیا۔ کیپٹن شکیل جیسے ہی مجرم کے نزدیک پہنچا، مجرم سمندر میں غوطہ لگا گیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اسکے پیچھے گوطہ لگایا۔ لیکن اب مجرم کے ہاتھوں میں ایک پتلا سا خنجر چمک رہا تھا۔ کیپٹن شکیل پھرتی سے

اس طرف لپکا۔ مجرم نے خنجر کا وار کیا لیکن کیپٹن شکیل ذرا سا نیچے ہو گیا لیکن پھر بھی کنجر اسکے بازو کو چیرتا چلا گیا درد کی شدید لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ کیپٹن شکیل کے دونوں بازو زخمی ہو گئے تھے لیکن اب اسکی آنکھوں میں وحشت چھا گئی۔ وہ پھرتی سے پلٹا اور مجرم کی ٹانگ اسکے ہاتھ اتے آتے رہ گئی مجرم تیزی سے سطح سمندر کی طرف ابھر گیا۔ لیکن اب عمران اور بلیک زیرو پہنچ گئے تھے۔ مجرم نے بلیک زیرو پخنجر کا وار کیا۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن بلیک زیرو نے تیزی سے اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مڑتا عمران نے مجرم کا بازو پکڑ لیا لیکن پھر اسکی انکھوں کے گرد تارے ناچ گئے اسکے جبے پر پنے والا مکہ انتہائی زوردار تھا۔ اسکی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ مجرم دوبارہ غوطہ لگا گیا۔ لیکن نیچے سے کیپٹن شکیل نے اسے جکڑ لیا۔ پھر اس سے پہلے کہ مجرم اس کے سینے میں خنجر پیوست کرتا بلیک زیرو کی لات مجرم کے سینے پر پڑی۔ اور تکلیف کی وجہ سے خنجر اسکے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور کوئی چارہ نہ دیکھتے ہوئے مجرم نے کیپٹن شکیل کی گردن دونوں ہاتھوں میں جکڑ لی۔ مجرم کے بازوؤں میں بے پناہ طاقت تھی۔ کیپٹن شکیل کا دم گھٹنے لگا۔ اس نے کنگن چلانے کے لیے اپنا بازو لہرایا لیکن اس سے پہلے کہ اسکے کنگن کا وار مجرم پر پڑتا، مجرم کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ عمران کا زوردار مکہ مجرم کی کنپٹی پر پڑ چکا تھا۔ اور دوسرے لمحے بلیک زیرو کی لات بھی اسکی کمر پر لگی۔ اسکے منہ سے خون بہنے لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ تینوں نے اسے سنبھالا اور سطح سمندر پر لے آئے۔ انہیں اپنی طرف ایک سرکاری لانچ بڑھتی ہوئی نظر آئی شائد وہ ہیلی کاپٹر کو تباہ ہوتے دیکھ کر ادھر آئے تھے۔ لانچ نزدیک پہنچی اور وہ مجرم کو لیے ہوئے لانچ پر سوار ہو گئے۔

دانش منزل کے ہال میں سیکرٹ سروس کے تمام ممبر موجاد تھے۔ ان میں تنویر بھی ے ھا اب وہ قدرے صحت مند ہو چکا تھا، ابھی کمزوری باقی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر کا بلب جل اٹھا۔ اور جولیا جو ٹرانسمیٹر کے پاس بیٹھی تھی تیزی سے ایک بٹن دبا دیا۔ ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی آواز ابھری۔

"ہیلو جولیا۔" ایکسٹو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر۔" جولیا نے جواب دیا۔

"کیا تمام ممبر موجود ہیں۔"

"یس سر۔"

اوکے، ہم لوگ کیس کی تفصیل سننے کے لیے بے تاب ہو رہے ہیں۔ اس کیس کو حل کرنے کے لیے ہم سب کو بے پناہ کام کرنا پڑا ہے تنویر تو اس سلسلے میں مرتے مرتے بچا۔ بہر حال میری طرف سے اسے نئی زندگی مبارک ہو۔

یہ کیس دراصل بہت الجھا ہوا تھا مجرموں کی تنظیم کا نام "سابولیٹ آگر" تھا، سابولیٹ آگر ہسپانوی میں گھونگھے کو کہتے ہیں، چونکہ ان مجرموں کا سربراہ ایک ہسپانوی تھا اور دوسرا انکی آبدوز گھونگھے کی شکل کی تھی اس لیے انہوں نے اپنی تنظیم کا نام سابولیٹ آگر رکھا ہوا تھا۔ انکا ہیڈ کوارٹر دراصل ایک یورپی ملک میں ہے۔ ہمارے ملک میں انکی آمد کا مقصد بہت خطرناک تھا۔ آپ لوگوں کو شائد معلام نہیں کہ ہمارا ملک ایک دوست ملک کی مدد سے ہائیڈروجن بم تیار کر رہا ہے، ہائیڈروجن بم تکمیل کے اخری مراحل میں ہے۔ اس منصوبے کی تمام تفصیلات اور اس دوست ملک کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کی اصل کاپی اس فائل میں موجود تھی۔ جسے مجرم نے اڑانے کے لیے نفسیاتی طریقہ اختیر کیا۔ انہوں نے بازار میں بے تحاشہ فائرنگ کیتا کہ ملک میں سنسنی پھیل جائے۔ پھر انہوں نے فیک بنک لوٹنے کی کوشش کی۔ یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ سیکرٹ سروس اور سی آئی ڈی کی توجہ اس طرف ہو جائے۔ کہ یہ مجرم دراصل بنک لوٹنے والے ہیں چنانچہ یہی ہوا ہم سب کی توجہ بنکوں کی طرف منعطف ہو گئی

اور وہ اس دوران فائل لے اڑے۔ مجرموں کا منصوبہ یہ تھا کہ منصوبہ کی تفصیلات حاصل کر کے فیکٹری کو اڑا دیا جائے۔ جہاں ہوئیڈروجن بم تیار ہو رہا ہے۔ دوسرے اس معاہدے کی تفصیلات اس ملک کو بھیج دی جائیں جس نے ان کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وہ ملک نہیں چاہتا تھا کہ ہمارا اس دوست ملک سے کوئی تعلق رہے۔ دوست ملک براہراست سامنے نہیں آنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس معاہدے کی تفصیلات شائع ہو جانے سے وہ دوست ملک ہماری مدد کرنے سے انکار کر دیتا اور دوسرا اس سے کئی بین الاقوامی پیچیدگیاں پڑ جاتی جو ہمارے ملک کی خارجہ پالیسی کے لیے بے انتہا خطرناک ہوتیں۔

فائل کے چوری ہونے کے بعد میں نے سوچا کہ مجرم فیکٹری کو تباہ کریں گے چنانچہ فیکٹری پر مخصوص انتظامات کر دیے گئے مگر مجرم میرے چکر میں پڑ گئے۔ انہوں نے سوشا کہ فیکٹری کو تباہ کرنے سے پہلے ایکسٹو اور اسکی ٹیم کو ختم نہ کیا گیا تو فیکٹری تباہ کرنے میں انہیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس دوران انہوں نے تنویر کو ہوٹل میں زخمی کر دیا اور صفدر کو لے اڑے سپرنٹنڈنٹ فیاض چونکہ عمران کے فلیٹ آتا جاتا تھا۔ اس لیے انہوں نے سپرنٹنڈنٹ کو بھی اغوا کر لیا۔

انہوں نے سوچا عمران یا تو خود ایکسٹو ہے یا ایکسٹو کو جانتا ہے اس لیے وہ عمران کے پاس گئے اور پھر اتفاق سے عمران کیپٹن شکیل جوزف اور صدیقی روپا کی وجہ سے خود ان تک پہنچ گئے۔

اب میں نے جولیا کو چارہ بنا کر آگے کر دیا، وہ جانتے تھے کہ جولیا عمران کی ساتھی ہے۔ روپا نے جولیا کو بھی ہیڈکوارٹر بھیج دیا میں جولیا کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا۔ وہاں سے بھی مجرم نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ کیپٹن شکیل نے وہاں جس پھرتی سمجھ بوجھ اور دلیری کا مظاہرہ کیا، وہ قابل داد ہے۔ وہاں سے بھاگ کر مجرم اپنی ابدوز میں پہنچے ہم ان کے تعاقب میں وہاں جا پہنچے اور پھر کافی جدوجہد کے بعد انکے سربراہ کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے سینے سے بندھے ہوئے واٹر پروف تھیلے میں سے وہ فائل بھی برآمد ہو گئی۔ اور اسکی

نشاندہی پر اسکے باقی کے ساتھی بھی پکڑے گئے۔ اور روپا اور اسکے غنڈے بھی فیاض نے گرفتار کر لیے۔ اور اس طرح فیکٹری تباہ ہونے کی نوبت ہی نہ آئی اور کیس ختم ہو گیا کوئی سوال۔"

"سر آپ نے مقامی ہیڈکوارٹر سے سمندر تک انکا پیچھا کیسے کیا ہے جبکہ ہم سے پہلے ان کی کار جا چکی تھی۔" کیپٹن شکیل نے سوال کیا۔

"یہ ایک جدید طریقہ تعاقب کا نتیجہ تھا جسکی تفصیلات عمران تمہیں بتادے گا اور کوئی سوال۔" ایکسٹو کی آواز آئی،

سب خاموش رہے۔

"اوکے اوور اینڈ آل۔ ایکسٹو کی آواز آنی بند ہو گئی۔ اور ٹرانسمیٹر کا بلب بجھ گیا۔ سب لوگ عمران کے گرد ہو گئے۔ اور عمران انہیں اس ڈبے کے متعلق بتانے لگا جسکی وجہ سے انہوں نے سمندر تک اسکا تعاقب کیا۔

"یہ تو جادو کا ڈبہ ہو گیا۔" صفدر نے کہا۔

"بالکل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور یہ اس سامری جادوگر کی ایجاد ہے۔" عمران نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔

اور ایک زوردار قہقہہ کمرے میں گونج اٹھا۔